COMMITTEE.

A.B.S. Sadan (Regd)
President
JAMMU.

انتخاب

جذباتِ فطرت

مرتبہ

الیاس برنی

جلد چہارم

بار سوم   قیمت عہ

E.P. SABHA AMBPHALLA
LIBRARY
No
Date
JAMMU

SABHA AM... LIBRARY
Date
AMU

سلسلہ کی بارہ جلدیں شائع ہوگئیں جن میں کم و بیش دو سو قدیم و جدید شاعروں کے کلام کا انتخاب شامل ہے۔

الحمد للہ ان کتابوں نے اُمید اور توقع سے بڑھکر شہرت و مقبولیت حا[صل کی]
قدیم و جدید تعلیم یافتہ سب ان کا دم بھرنے لگے۔ بڑے چھوٹے بچے [سب] نے تو
قدر کرنے لگے۔ سفر حضر میں ان کو پیشِ نظر رکھنے لگے۔ پڑھے لکھے [لوگوں]
ان کو اپنا وظیفہ بنا لیا۔ خلوت و جلوت کے لئے اچھا مش[غلہ] آپس کے تحفے
تحائف میں بھی یہ کتابیں چلنے لگیں اور گھر گھر دلـ[چسپی اور] خوش وقتی کا سامان
بن گئیں۔ غرض کہ صدہا اُردو پرست گھر [انے ا]س سلسلہ کے معتقد بلکہ مرید ہو گئے
اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اُردو میں ایسے انتخاب کی عام و
خاص کو کس درجہ ضرورت تھی۔

اِس سلسلہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی نظیر دوسری زبانوں میں بھی
کم نظر آتی ہے ترتیب اور تقابل ہے یعنی ایک ایک مضمون کے متعلق متعدد نظموں کو
اس طرح یکجا ترتیب دینا کہ ان کا باہم مقابلہ ہوسکے اور تقابل سے ہر ایک کے
خصوصیات نمایاں ہوں اور ان کے ادبی مدارج کا پتہ چلے کہ کس اعتبار سے کون سی
نظم کس نظم پر فائق ہے۔ یہ طریق تقابل جس کو انگریزی میں کمپیریٹو اسٹڈی

کہتے ہیں ادب کی تعلیم میں بہترین اور انتہائی ذہنی تربیت شمار ہوتا ہے۔ مزید براں اس قسم کی ترتیب سے اُردو شاعری کی وسعت اور رفعت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کن کن مضامین کی فضا میں اُردو شاعر کس حد تک بلند پروازی دکھا چکے ہیں چنانچہ اس سلسلہ کو دیکھکر بہت سے منکر اور غافل اُردو شاعری کے قائل بلکہ معتقد ہو رہے ہیں۔ حالاں کہ ابھی بہت کچھ بیش قدر کلام نظروں سے پوشیدہ ہے۔

ترتیب کے علاوہ دوسری خصوصیت جس کی تفصیل تمہید میں مذکور ہے یہ کہ انتخاب میں صرف نظمیں نقل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ بڑی ترکیبوں کے ساتھ مشہور نظموں میں سے ایسی نظمیں نکالی گئی ہیں جو بجائے خود مستقل اور مکمل معلوم ہوتی ہیں حالاں کہ اصلی نظموں میں ان کا شبہ گزرنا بھی مشکل تھا اس سے بڑھکر جدت یہ کہ ایک ہی شاعر کے متفرق اشعار یکجا ترتیب دے دے کر ان سے نہایت نادر اور لطیف مضامین پیدا کیے گئے ہیں۔ جو مستقل نظموں میں نایاب ہیں۔ میر تقی میرؔ۔ مرزا غالبؔ اور اکبرؔ الہ آبادی ان حضرات کے کلام میں خاص کر اس طریق کو بہت کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اس طرز کی متعدد نظمیں سلسلہ میں شریک ہیں جو اپنے طرز میں بالکل عجیب اور انوکھی معلوم ہوتی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ بیخودی میں شاعر کے مُنہ سے حقایق کے پھول جھڑتے رہتے

ہیں۔ کوئی چاہے تو ان کو جمع کر کے بہترین خوشنما اور خوشبودار گلدستے بنا لے۔ نظمیں ان ترکیبوں سے حاصل ہو بھی گئیں تو اکثر کے عنوان ندارد۔ پھر ان پر ایسے موزوں اور جامع عنوانات لگائے گئے کہ معانی کے دریا کوزوں میں بند نظر آنے لگے۔ غرض کہ طرح طرح سے کوشش کی تب کہیں ایک حد تک اردو شاعری کی چمن بندی ہو سکی۔ ورنہ اس خطّہ کے سرسری رہ رووں کو اکثر ایک خودرو جنگل کا دھوکا ہوتا تھا جس میں ان کو رنگ و بو کے پھول بھی کم نظر آتے تھے۔

کُل مواد پہلے سے تو موجود نہ تھا۔ بتدریج فراہم ہو ہو کر ترتیب پاتا گیا۔ شائع ہوتا گیا۔ اس طرح چارسٹ مُرتّب کر کے بارہ جلدیں شائع ہوئیں۔ گرچہ سلسلہ کی ترتیب اور تہذیب میں پوری کوشش کی گئی پھر بھی اصلاح و ترقی کی کافی گنجائش باقی رہ گئی۔ مضامین کی مجانست ترتیب کی رُوح رواں ہے۔ وافر مواد مُہیّا ہو جانے کی بدولت جدید ترتیب میں سابق کے مقابل مجانست مضامین کہیں زیادہ چست اور وسیع ہو گئی ہے حتیٰ کہ ہر جلد میں ایک مستقل اور جُداگانہ کیفیت نظر آتی ہے۔ شائع شدہ نظموں کے علاوہ بہت سی اور نظمیں بھی شامل ہو گئی ہیں گویا جدید ترتیب اور مزید مضامین کے ساتھ یہ بارہ جلدیں

از سرِ نو شائع کی جاتی ہیں اور آیندہ یہ ان کی مستقل شکل رہیگی تفصیل ملاحظہ ہو

پہلا سٹ

معارفِ ملّت

جلد اوّل۔ متعلق دینیات یعنی حمد، نعت، مناجات اور معرفت کی نظمیں، جن میں دین وایمان کی خوشبو مہکتی ہے۔ صاحب دلوں اور عاشقان رسول کے واسطے بڑی نعمت ہے۔

جلد دوم۔ متعلق اسلامیات یعنی اسلام اور مسلمانوں کے ماضی، حال اور مستقبل کی تفسیریں اور تصویریں، جو قلب کو گرماتی اور روح کو تڑپاتی ہیں۔ خاص کر واقعہ کربلا کے اد جگر دوز نشتر لذت شہادت تازہ کر دیتے ہیں۔ اسلامی مدارس کے واسطے بیش بہا تحفہ ہے۔

جلد سوم۔ متعلق قومیات یعنی ہندوستان کی متحدہ قومیت کے متعلق دردمند اور وطن پرست شاعروں کا دل پذیر کلام جو عبرت سکھاتا اور غیرت دلاتا ہے۔ اس جلد میں چند قدیم شہر آشوب بھی قابل دید ہیں قومی مدارس کے واسطے بہت موزوں ہے۔

جلد چہارم - متعلق اخلاقیات یعنی اردو شاعری میں اخلاق و حکمت کے جو انمول موتی جواہر بکھرے پڑے تھے اور جو بہترین قومی سرمایہ ہیں فراہم کردیے گئے ہیں۔ یہ جلد لڑکوں اور نوجوانوں کے واسطے قابل قدر تحفہ ہے۔ تمام مدارس کے واسطے یکساں مفید ہے۔

دُوسراسٹ

جذباتِ فطرت

جلد اوّل - اردو شاعری کے قافلہ سالار یعنی میرؔ اور مرزا رفیع سوداؔ کے کلام کا مربوط اور جامع انتخاب خاص کر میرؔ کے متفرق اشعار کو ترتیب دے کر جو نازک مضامیں پیدا کیے گئے ہیں وہ بہت نایاب ہیں۔ یہ کتاب بھی کالج کی اعلیٰ جماعتوں میں درس کے قابل ہے۔

جلد دوم - اردو کے سرمایۂ ناز شاعر مرزا غالبؔ اور اُس کے خاص ہم عصر یا خاص ہم رنگ شعرا ذوقؔ، ظفرؔ اور حسرتؔ موہانی کے کلام کا انتخاب غزلیات کے علاوہ مرزا غالبؔ کے متفرق اشعار کی ترتیب سے جو گوناگوں لطیف مضامین پیدا کیے گئے ہیں وہ قابل دید ہیں۔

یہ کتاب بھی اعلیٰ جماعتوں کے درس کے قابل ہے۔

جلد سوم۔ تقریباً تیس قدیم، مستند اور باکمال شعرا کے کلام کا اعلیٰ انتخاب جو اپنی قدامت اور جامعیت کے لحاظ سے قابل دید ہے۔

جلد چہارم۔ تقریباً ساٹھ جدید مشہور و مقبول شعراء کے کلام کا دلکش انتخاب۔ شاعری کے جدید دَور کا اِس سے خوب اندازہ ہو سکتا ہے۔

تیسرا سٹ

مناظرِ قدرت

جلد اوّل۔ متعلق اوقات یعنی صبح، شام، دن، رات، دھوپ، چاندنی، موسم گرما، سرما، برسات اور بہار کے دلکش مناظر نظموں میں اس خوبی سے عکس فگن ہیں کہ اُن کو دیکھکر طبیعت وجد کرنے لگتی ہے۔ نیچر پرستوں کے لئے یہ جلد قدرت کی دلفریبیوں کا بہترین مرقع ہے۔

جلد دوم۔ متعلق مقامات یعنی آسمان، زمین، پہاڑ، جنگل، میدان، دریا، کھیت، باغات، شہر اور عمارات۔ شاعروں نے اِن سب کی ایسی صاف ستھری تصویریں کھینچی ہیں کہ نظمیں پڑھتے وقت گویا ہم آنکھوں سے

اُن کی سیر کر رہی ہیں۔

جلد سوم - متعلق نباتات وحیوانات - یعنی پھول پھل، کیڑے، پتنگے، تتلیاں، چڑیاں، پرندے، چرندے، چوپائے اور متفرق جانور وغیرہ - ان سب کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو سکے گا کہ اُردو شاعروں نے اشیائے قدرت کا کس حد تک مطالعہ کیا ہی اور مشاہدات میں کہاں تک جان ڈالی ہی۔

جلد چہارم - متعلق عمرانیات - یعنی ہندوستان کے تمدن، رسم و رواج، عید تیوہار، غمی شادی، میلے ٹھیلے، صحبتیں، جلسے، کھیل تماشے، وضع لباس صورت شکل، ہنسی مذاق، بزم اور رزم سب طرح کے حالات پیشِ نظر ہو کر دل کو بے چین کر دیتے ہیں۔ مناظرِ قدرت کی چاروں جلدیں زنانہ مدارس کے واسطے خاص کر بہت موزوں ہیں۔

سلسلے کی یہ بارہ جلدیں تو مستقل ہو گئیں۔ اگر آئندہ موقع ملا اور مواد فراہم ہوتا رہا تو انشاء اللہ وقتاً فوقتاً ایک ایک جلد اس سلسلہ کے تتمہ کے طور پر شائع ہوتی رہیگی۔ اور ہر جلد میں معارفِ ملت۔ مناظرِ قدرت اور جذباتِ فطرت۔ تینوں حصوں کے کچھ کچھ مضامین شامل رہیں گے۔ ہر حصہ کی جداگانہ جلد مرتب ہونے کا

انتظار نہیں کیا جاے گا۔ اگر یہ سلسلہ اس طرح جاری رہ سکا تو امید ہی کہ اردو کا بیشتر قابل قدر کلام یکجا محفوظ ہو جائے گا۔ اور شایقین کو بلا دقت دستیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علاوہ بریں ایک فارسی انتخاب کے واسطے بھی عرصہ سے بعض محترم بزرگوں اور مخلص احباب کی فرمایش جاری ہی بلکہ اصرار تک نوبت پہنچ گئی ہی۔ مہلت اور موقع شرط ہی۔ ممکن ہی کہ ایک خاص طرز کا فارسی انتخاب بھی کبھی شائع ہو کر شرف مقبولیت حاصل کرے۔ وَمَا تَوفِیقِی اِلَّا بِاللہِ۔

جامع عثمانیہ حیدرآباد دکن
دسمبر ۱۹۲۴ء

محمد الیاس برنی

تمہید

اردو شاعری کی بھی عجب اُفتاد پڑی جب کہ ہندوستان میں اسلامی حکومتوں پر تباہی کی کالی گھٹائیں چھا رہی تھیں اور گھڑی گھڑی اِدبار کی بجلیاں گرتی تھیں، بزم سخن کی رونق اور چہل پہل قابل دید تھی۔ خود فرماں روائے وقت دُنیا و مافیہا سے بے خبر شاعری کی دُھن میں مست تھے شاعروں کی دیکھا دیکھی حشرات الارض کی طرح بے شمار نظم نگار نکل پڑے آٹھوں پہر مشاعرے گرم رہنے لگے اور مدّاحوں کی واہ وا نے آسمان سر پر اُٹھا لیا۔ رنگ رلیوں کا زمانہ تھا۔ کلام بھی قُدرتاً اسی رنگ میں

رنگ گیا۔ چنانچہ اس میں حسن پرستی کا وہ ہیجان آیا اور عشق و عاشقی کا وہ طومار بندھا کہ خدا کی پناہ۔ اس زہریلے مذاق سے قوم پر کس درجہ مُردنی چھائی، اخلاق و عادات کی کیا گت بنی، جاہ و ثروت کس طرح خاک میں ملے۔ یہ عبرت ناک داستان ابھی تاریخ ہند میں بیان ہونی باقی ہے۔ پھر بھی بڑی خیریت ہوئی کہ ظاہری آرایش کی کثرت سے شاعری کا اصلی حسن چھپا رہا۔ مبالغوں اور لفظی رعایتوں نے خود ہی اس آگ کے شعلے دبا دیے۔ اگر کہیں اس رنگ میں جرأت، انشا، مرزا شوق اور میاں نظیر کے طرز پر شاعری نے اپنا پورا پورا جلوہ دکھایا ہوتا تو پھر قیامت تھی۔ فحش اور مبتذل کلام سے تو بحث نہیں۔ اِن واسوختوں نے نہ معلوم کتنے نونہال جھلس ڈالے۔ البتہ اس رنگ کے متین اور مہذب کلام کو لیجئے۔ اِس میں ہزار لفظی اور معنوی خوبیاں سہی لیکن تاثیر جو شاعری کی جان ہے کمیاب ہے۔

اگرچہ بہت سا کلام گردشِ ایّام کی نذر ہو گیا۔ تاہم اب بھی نظموں کا ایک وافر ذخیرہ موجود ہے اور خدا کا شکر ہے کہ جا بجا ایسی نظمیں بھی ملتی ہیں

جن کے پاکیزہ اور لطیف مضامین قوم کے واسطے مایۂ حیات اور سرمایۂ مُباہات ہیں جن کے بیان کی صفائی و حقیقت آمیزی اور جن کی زبان کی شگفتگی و بے ساختگی سے شاعری کی سحر کاریاں جلوہ گر ہیں ایسا کلام خود بخود قلب کو گرماتا اور رُوح کو تڑپاتا ہی۔ سُوتوں کو جگاتا اور ڈوبتوں کو تِراتا ہے، ہنستوں کو رُولاتا اور روتوں کو ہنساتا ہی۔ شاعری نے اِس میں بَلا کا اثر بھر دیا ہی کسی عارضی اور مصنوعی ذوق کے بجائے خود انسانی فطرت اس کی مقبولیت کی ضامن ہی اور نفسیات کے دربار سے اسی کو بقائے دوام کا فرمان ملا ہی۔

اشاعتِ اَدب ترقی زبان اور اصلاح تمدُّن کی ایک عمدہ سبیل یہ ہی کہ خاص خاص رنگ کا شاعرانہ کلام مُرتَّب کرکے ناظرین کے روبرو پیش کیا جائے۔ چنانچہ زندہ دل اور علم دوست قوموں میں ادبی خدمت کا یہ طریق بہت رائج اور مقبول ہی۔ آئے دن اچھے سے اچھے انتخابات شائع ہوتے رہتے ہیں اس ترکیب سے مطالعہ کا شوق بڑھتا ہی ذوق سلیم پیدا ہوتا ہی اور شاعری اپنا کام کر دکھاتی ہی۔

کچھ انتخابات آج کل نصاب تعلیم میں داخل ہیں۔ بعض شاعروں کا منتخب کلام بھی شائع ہو رہا ہے۔ لیکن اب تک ایسے مسلسل اور مربوط انتخابات کا انتظار رہا جو ادبی مرقعوں کا کام دیں۔ بڑی ضرورت یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ رجحانات اور مقامات پیش نظر ہو جائیں تاکہ جو ادیب اور شاعر اپنی ذمّہ داریوں سے واقف ہوں شاعری کی اصلاح و ترقی کی معقول تجاویز سوچیں اور کارگر تدابیر اختیار کریں۔ انتخابات سے پتا چلا کہ ہماری شاعری کے بہت سے شعبے توجہ طلب ہیں۔ مثلاً اب تک وہ دین و ملّت سے بیگانہ بلکہ برگشتہ رہی۔ حمد، نعت اور مناجات جن میں کچھ خلوص و نیاز کی چاشنی ہو مشکل سے ملتی ہیں اور قومی نظمیں تو بوجہ ندرت ابھی تک تبرّک ہی ہوئی ہیں۔ اسی طرح جذبات کو لیجیے۔ اوّل تو ایشیائی طبیعت یوں ہی حزن پسند ہے دوسرے اردو شاعری نے قومی تنزّل اور تباہی کے دَور میں ہوش سنبھالا قدرتاً کلام بارد اور یاس انگیز ہے۔ دُنیا کی بے ثباتی، زمانہ کی گردش، تقدیر کی بندش، افتادگی و خود فراموشی، سکون و خاموشی۔ جب راگ کا یہ سرگم ہو تو پھر نا ممکن ہے کہ اسے سُن کر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے دل بیزار نہ ہو

شاعری کی یہ برودت ہماری جیسی مضمحل اور تساہل پسند قوم کے حق میں بہت خطرناک ہی. کہیں خدانخواستہ جد و جہد کے رہے سہے ولولے اور ترقی کی اُمنگیں پھر سرد نہ پڑجائیں۔ اِس وقت تو کچھ ایسے حار نسخہ کی ضرورت ہی جس سے دلوں کی افسردگی نکلے اولوالعزمی اُبھرے اور لوگوں میں گرمجوشی پھیلے۔ اس طرح گرم سرد اجزا کی آمیزش سے خود بخود شاعری میں ایک صحت بخش اعتدال پیدا ہو جائے گا. علیٰ ہذا۔ قدرت کو لیجئے اس کے بے شمار عجائبات ہمیشہ سے آنکھوں کے سامنے موجود رہی لیکن ہمارے شاعروں نے کہیں اب جا کر نقاشی شروع کی ہی اور ابھی وہ زمانہ دُور ہی جب کہ نیچر کی تصاویر مُنہ سے بولنے لگیں. حاصل کلام یہ کہ اُردو شاعری میں گوناگوں اصلاح و ترقی کی ضرورت و گنجایش ہی اور بحالت موجودہ غالباً انگریزی شاعری اِس کام میں بہت زیادہ مدد دے سکتی ہی۔

اِسی ضرورت کے خیال سے خدا کا نام لے کر ہم منتخبات نظم اُردو کا ایک باقاعدہ سلسلہ شروع کرتے ہیں. مجانست مضامین کے لحاظ سے اِس کے تین جدا گانہ حصے قرار پائے ہیں۔

(۱) معارفِ ملت۔ حمد، نعت، مناجات اور اخلاقی و قومی نظموں کا گلدستہ۔

(۲) جذباتِ فطرت۔ سب دلوں کی کہانی چند شاعروں کی زبانی بقول غالبؔ

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(۳) مناظرِ قدرت۔ اوقات، مقامات، مخلوقات، واقعات کی دلکش تصاویر کا مُرقع۔ ایسے وسیع انتخابات میں سب نظموں کا ادبی حیثیت سے ہم پلہ ہونا نہ تو ممکن ہے اور نہ مطلوب۔ چنانچہ اساتذہ کے کلام کے پہلو بہ پہلو نو مشق اور غیر معروف شاعروں کی طبع آزمائیاں درج ہیں۔ لیکن شاعری کے رنگ ڈھنگ سے کوئی نظم خالی نہیں۔ بعض نظمیں جو ادبی لحاظ سے شاید ادنیٰ خیال کی جائیں اس لئے خاص طور پر قابل قدر ہیں کہ وہ پہلے پہل نئے نئے ضروری مضامین کے صاف ستھرے خاکے بطور نمونہ پیش کرتی ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ بھی بڑا کام ہے۔ خدا جانے انھیں کی دیکھا دیکھی آگے چل کر سحر نگار قلم کیسی کیسی انوکھی اور پیاری تصاویر کھینچ دکھائیں۔ علاوہ بریں ارتقاء شاعری کی تحقیق میں بھی یہ نظمیں ناگزیر ہوں گی۔ پھر کسی جامع انتخاب میں کیوں کر نظر انداز ہو سکتی ہیں۔ اگرچہ

نظمیں بعض حضرات کے لطیف ادبی مذاق پر بار ہوں تو اُمید ہی کہ وہ معذرت قبول فرمائیں گے بایں ہمہ ان کی ضیافتِ طبع کے لیئے اساتذہ کا بھی کافی کلام موجود ہی۔ اگر انار کے کچھ دانے کچّے ہوں تو اس سے باقی انار کی شیرینی ولطافت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

انتخاب اور ترتیب کا طریق خود مجموعوں سے ظاہر ہی۔ اصل مضمون پیشِ نظر رکھکر نظموں سے غیر ضروری اجزا نکالنا، مفید مطلب مقامات چھانٹنا حسبِ صلاحیت ان کو از سرِ نو ملانا یا جُداگانہ نظموں کی شکل میں لانا پھر نظموں کے موزوں عنوانات قرار دے کر ان کو مضمون وار اس طرح ترتیب دینا کہ ہر نظم کا موقع محل ایک خاص موزونی اور معنی رکھتا ہو، یہ سب اہتمام کیا تب کہیں اس سلسلہ منتخبات کا ڈول پڑا۔ آیندہ جوں جوں موزوں کلام دستیاب ہوگا، ہر حصّہ کی متعدّد جلدیں بتدریج شائع کی جائیں گی جو ساخت اور ضخامت کے لحاظ سے تقریباً یکساں ہوں گی۔ اُمید ہی کہ اس طرح پر اُردو شاعری کا ایک وسیع انتخاب مرتب ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

جن شاعروں کے کلام سے دل و دماغ بلکہ رُوح کو تفریح وجلا ہوتی

ہیں ان کا پورا پورا شکریہ کوئی کس طرح ادا کرے۔ خدائے تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

جن حضرات نے مہربانی فرماکر نظموں کی فراہمی میں مدد دی اور اس کی طباعت وغیرہ کا حسب دلخواہ اہتمام کیا مؤلف ان کا بھی بدل ممنون احسان ہے ملک کو اردو اور بالخصوص شاعری کو ایسے انتخابات سے جو فائدہ پہنچے گا اُس کے زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ تجربہ خود بہت جلد ثابت کردے گا۔ اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ ؕ

جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (دکن)
جولائی ۱۹۲۳ء
محمد الیاس برنی

Presented by
PUNJAB
TEXT-BOOK COMMITTEE.

17/3/88
President
A. B. S. Sadan (Regd)
JAMMU.

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

فہرستِ مضامین

ہر جلی عنوان سے ایک نیا مضمون شروع ہوتا ہی اور اس کے تحت میں مضامین متجانسہ درج ہیں۔

		صفحہ
(۱) مروّجہ شاعری	اسمٰعیل	۱
(۲) نیچر کا شاعر	کیفی	۲
(۳) شاعر کا دل	صادق	۳
(۴) شب و شاعر	اقبال	۴
(۵) اعزاز شاعری	حفیظ	۵

فہرست مضامین جلد ۴

(۶) حالی اور اس کی شاعری	حالی	۶
(۷) سراپائے عشق	محسن کاکوروی	۸
(۸) کارنامۂ عشق	حالی	۱۰
(۹) ولولۂ عشق	اکبر	۱۱
(۱۰) جوشِ جنوں	ناظر	۱۱
(۱۱) وحشت	محسن کاکوروی	۱۲
(۱۲) دلِ بیقرار کیا ہی	عزیز لکھنوی	۱۳
(۱۳) دل سے دو دو باتیں	محروم	۱۴
(۱۴) دلِ بیقرار سو جا	محروم	۱۶
(۱۵) دلِ بیقرار سو جا	سرور جہان آبادی	۱۶
(۱۶) آفتِ دل	ھادی	۱۷
(۱۷) دل کی بیکلی	امیر	۱۸
(۱۸) ضبط عشق	محشر	۱۸
(۱۹) یادِ یار	سحر	۱۹
(۲۰) دردِ فراق	توفیق	۲۰

صفحہ فہرست مضامین جلد ۴

(۲۱) فرقت کی رات - - - - خان احمد حسین خاں - ۲۱
(۲۲) رات کے بیچین گھنٹے - - نادر کاکوروی - - - - ۲۲
(۲۳) شب غم - - - - - - محروم - - - - - - ۲۷
(۲۴) نامرادی - - - - - نیاز - - - - - - ۲۹
(۲۵) ابتدائے الفت - - - محروم - - - - - - ۲۹
(۲۶) اختلاط - - - - - - امیر - - - - - ۳۰
(۲۷) یاد ایام - - - - - - اسمٰعیل - - - - - ۳۰
(۲۸) شکوۂ ناز - - - - - ؟ - - - - - - ۳۱
(۲۹) باتیں - - - - - - عالی - - - - - ۳۲
(۳۰) پھول اور پیام - - - - ؟ - - - - - - ۳۲
(۳۱) مقصود الفت - - - - نیرنگ - - - - - - ۳۴
(۳۲) نشاطِ امید - - - - حالی - - - - - - ۳۵
(۳۳) امید کا سہارا - - - - حالی - - - - - ۳۹
(۳۴) زمزمۂ نشاط - - - - اعجاز حسین - - - - ۴۰
(۳۵) راحت یاس - - - - نیرنگ - - - - - - ۴۲

فہرست مضامین جلد ۴

صفحہ

(۳۶) جوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ناظر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۴
(۳۷) دنیا کی محبت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۹
(۳۸) بے ثباتی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ حالی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۰
(۳۹) بے ثباتی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ بے نظیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۲
(۴۰) یاد ویرانہ ۔ ۔ ۔ ۔ سرور جہان آبادی ۔ ۔ ۔ ۵۴
(۴۱) محفل برہم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امیر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۶
(۴۲) عبرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸
(۴۳) موت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸
(۴۴) آنی جانی ۔ ۔ ۔ ۔ طالب بنارسی ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۱
(۴۵) مثالِ زندگی ۔ ۔ ۔ ۔ شاد بجوار ٹیہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۳
(۴۶) موت کی گھڑی ۔ ۔ ۔ ۔ شاکر میرٹھی ۔ ۔ ۔ ۶۴
(۴۷) نزع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اکبر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۶
(۴۸) دمِ واپسیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انجم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۶
(۴۹) پیامِ مرگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اعجاز ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۸
(۵۰) مرثیہ فرزند ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ریاض ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۹

فہرست مضامین جلد ۴ صفحہ

(۵۱) جنازہ پسر ۔ ۔ ۔ نظر ۔ ۔ ۔ ۶۰
(۵۲) انجامِ غم ۔ ۔ ۔ اکبر ۔ ۔ ۔ ۶۱
(۵۳) کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۶۲
(۵۴) کلیجے کا داغ ۔ ۔ ۔ سرور جہان آبادی ۔ ۔ ۶۵
(۵۵) آغاز و انجام ۔ ۔ ۔ سید علی سجاد ۔ ۔ ۶۸
(۵۶) خوابِ راحت ۔ ۔ ۔ اعجاز ۔ ۔ ۔ ۸۱
(۵۷) صبر ۔ ۔ ۔ چکبست ۔ ۔ ۔ ۸۱
(۵۸) ماں کو نزع میں بچی کا دھیان ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۸۲
(۵۹) معصوم بچی ماں کی میت پر ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۸۳
(۶۰) بن ماں کی بچی ۔ ۔ ۔ محمدی بیگم ۔ ۔ ۔ ۸۵
(۶۱) یسیر کا پیام ماں کے نام ۔ ۔ اکبر میرٹھی ۔ ۔ ۔ ۸۵
(۶۲) یتیم اور گورِ پدر ۔ ۔ ۔ عزیز لکھنوی ۔ ۔ ۔ ۹۱
(۶۳) مرحومہ کی یاد ۔ ۔ ۔ نادر کاکوروی ۔ ۔ ۔ ۹۶
(۶۴) سوزِ دل ۔ ۔ ۔ محروم ۔ ۔ ۔ ۹۷
(۶۵) تسکینِ قلب ۔ ۔ ۔ سیّد علی سجاد ۔ ۔ ۔ ۹۹

فہرست مضامین جلد ۴

(٦٦) نوحۂ برادر - - - - - شبلی - - - - - - ۱۰۱
(٦٧) نوحۂ وفات نادر شاعر - - - محروم - - - - - - ۱۰۳
(٦٨) نوحۂ دوست - - - - - نیرنگ - - - - - ۱۰۴
(٦٩) درد دل - - - - - عزیزہ خاتون - - - ۱۰۵
(۷۰) گریہ - - - - - - محروم - - - - ۱۰۵
(۷۱) بچہ کی قبر - - - - عزیز لکھنوی - - - - - ۱۰٦
(۷۲) مزارِ دوست - - - - ؟ - - - - - - ۱۰۸
(۷۳) مزار - - - - - - امجد - - - - - - ۱۰۹
(۷۴) ملکۂ نورجہاں کا مزار - - - دل - - - - - - ۱۱۰
(۷۵) ملکۂ نورجہاں کا مزار - - - محروم - - - - - - ۱۱۳
(۷٦) مقبرۂ نورجہاں - - - - حسرت - - - - - ۱۱۵
(۷۷) گورِ غریباں - - - - - اوج - - - - - - ۱۱۸
(۷۸) گورِ غریباں - - - - - نظم طباطبائی - - - - - ۱۱۸
(۷۹) قبرستان - - - - - عزیز لکھنوی - - - - - ۱۲۳
(۸۰) شہر خموشاں - - - - - نثار احمد - - - - - ۱۲۴

فہرست مضامین جلد ۴

(۸۱) جامِ شہادت	نجم گیلانی	۱۲۶
(۸۲) میدانِ جنگ	اسمٰعیل	۱۲۷
(۸۳) فنا	عزیز الرحمٰن بلگرامی	۱۲۸
(۸۴) فنا	ذھن	۱۳۰
(۸۵) فسانۂ دل	امیر	۱۳۱
(۸۶) دیوانہ فرزانہ	عالی	۱۳۱
(۸۷) ماں کی آس مراد	اشرف	۱۳۲
(۸۸) روز عید	انجم	۱۳۳
(۸۹) ایک یتیم کی عید	محمدی بیگم	۱۳۴
(۹۰) طالب علم کی امید	آزاد	۱۳۶
(۹۱) غریب طالب علم	مرزا ھادی رسوا	۱۳۷
(۹۲) اندھی پھول والی کا گیت	احسن لکھنوی	۱۳۸
(۹۳) پپیہے	رواں	۱۴۰
(۹۴) پی	امجد	۱۴۱
(۹۵) بلبل	امیر	۱۴۱

فہرست مضامین جلد ۴

(۹۶) وداعِ بلبل - - - - - علی گوہر - - - - - ۱۴۳
(۹۷) بلبلِ اسیر - - - - - مرزا ہادی رسوا - - - ۱۴۳
(۹۸) بلبل کی فریاد - - - - - محروم - - - - - ۱۴۵
(۹۹) ایک پرندے کی فریاد - - - اقبال - - - - - ۱۴۶
(۱۰۰) چڑیا کی زاری - - - - - محروم - - - - - ۱۴۸
(۱۰۱) ماتمِ بلبل - - - - - - خاتون - - - - - ۱۵۰
(۱۰۲) کلی کی ہنسی - - - - شوق قدوائی - - - - ۱۵۲
(۱۰۳) پھول کی فریاد - - - - شوق قدوائی - - - ۱۵۳
(۱۰۴) موسمِ سرما کا آخری گلاب - - سرور جہان آبادی - - ۱۵۵
(۱۰۵) دورِ بہار - - - - - منظور - - - - - ۱۵۶
(۱۰۶) ختمِ بہار - - - - - اکبر - - - - - ۱۵۸
(۱۰۷) سیلِ زمانہ - - - - - ناشاد - - - - - ۱۵۹
(۱۰۸) سحرِ موسیقی - - - - - شاکر - - - - - ۱۶۰
(۱۰۹) بانسری - - - - - محروم - - - - - ۱۶۲

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

غلط نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۱	کہاپیچ	کہاں پیچ	۵۲	۴	ہہ دخور	مہ دخور
۱۰	۱۰	وبیے	دبیے	۵۵	۶	چلچلاتی ہوتی	چلچلاتی ہوئی
۱۴	۱۱	شوروگل	شوروغل	۵۹	۱۵	گھوئے گی	کھوے گی
۱۵	۵	نہ ہوا	پہ ہوا	۶۱	۱۳	بڑے گی	بڑھے گی
۲۰	۱۱	اے پیہاے	اے پپیہے	۶۲	۱	رہے گو نہ	رہے گی نہ
۲۱	۷	ہوں آتا ہے	ہول آتا ہے	۷۶	۱۱	نکاتے ہیں	نکالتے ہیں
۲۲	۱۲	جو چاند تھا	تو چاند تھا	۸۸	۳	مانوں کی	مانوں گی
۲۴	۱	کوئی دوسرا	کوئی یاں دوسرا	۹۷	۳	تم ہیا روتے	تم ہیاں روتے
۲۴	۲	بیابابنیاں	بیابانیاں	۹۸	۹	آتی ہیں	دیتی ہیں
۳۳	۶	زاغ	راغ	۱۰۰	۷	جہاں تک	یہاں تک
۳۷	۹	توقع پر	توقع پہ	۱۰۶	۶	مرضی ہوکر	مرضی ہو گر
۳۹	۱۰	آخرد کھاؤ	آخر کہا تو	۱۰۸	۱۲	ہارہیں	بارہیں
۴۶	۱۲	آنکھ بلاتے ہو	آنکھ ملاتے ہو	۱۱۳	۱	آرام گھو	آرام گہہ
۴۷	۱	جوش	طیش	۱۱۴	۱۲	داغ وہ برگ	داغ دہ برگ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۸	۹	قافلے	قافلے	۱۴۳	۳	حسرت رہ گئی	یہ حسرت رہ گئی
۱۱۹	۱	ہو کا عالم ہے	ہو کا ہے عالم	۱۴۴	۳	تانے	تانیں
۱۱۹	۲	پیہم کبھی آواز آتی ہے	آواز آتی ہے کبھی پیہم	۱۴۴	۴	اڑکے	ملکے
۱۱۹	۱۲	بز	تبر	۱۴۶	۶	دانہ چیں	دانہ چیں
۱۱۹	۱۴	سر رکھ رہا ہے	سر کہہ رہا ہے	۱۴۶	۸	یاسمن	یاسمیں
۱۲۰	۱۱	مشک اذخر	مشک اذفر	۱۴۶	۱۰	مکان کو	مکان میں
۱۲۹	۱۰	السلام	والسلام	۱۴۸	۱۱	زار زار رلائے	زار زار روئے
۱۳۴	۶	تھامے ہو انگلی	تھامے ہوئے انگلی	۱۴۸	۱۲	کیا گاڑا	کیا بگاڑا
۱۳۵	۱۴	کڑھر ہی	کڑھ رہی	۱۶۰	۱۱	سرور	سرود
۱۳۶	۴	ابا جبان ہیں	ابا جان ہیں				

تمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جذبات فطرت

جلد چہارم

۱۔ مروّجہ شاعری

سخنورانِ زماں کی بھی ہے یہی حالت　　کہ اس قدیم ڈگر کو نہ چھوڑیئے زنہار
سوائے عشق نہیں سوجھتا انھیں مضمون　　سو وہ بھی محض خیالی گھڑت کا اک طومار
تمام اگلے زمانہ کا ہے یہ پس خوردہ　　کہ کر رہے ہیں جگالی وہ جس کو سو سو بار
نہ لکھتے ہیں کبھی نیرنگ حکمت و قدرت　　نہ واقعات کے وہ کھینچتے ہیں نقش و نگار

جلد۴

ہے شاعری میں یہ پہلا اصول موضوعہ
کہ جھوٹ موٹ کے بنجائیں ایک عاشقِ زار

صفت ہے دوست کی جلّاد و ظالم و غدار
ستم شعار۔ دل آزار بے وفا مکّار

ہے دلبروں کی بھی شامت نہ منہ ہے نہ کمر
بجائے زلف کے دو اژدہوں کی ہے پھنکار

یہ آپ کے گل عارض وہی ہیں یا سی پھول
پڑی ہے نزع کی حالت میں نرگسِ بیمار

جو ٹون ہال کی محراب ہے خمِ ابرو
تو ہے قرہ بھی پولس کے سپاہیوں کی قطار

زنخ کنواں ہے کہ جس میں ڈوب چکے لٹیا
بھنور ہے ناف کہ جس سے نہو گا بیڑا پار

شب فراق کا دکھڑا اگر کریں تحریر
تو لٹیا کو ڈبو دیوے دیدۂ خونبار

جو ناصحوں سے ہے کھٹ پٹ تو زاہدوں سے چخ
جو ساقیوں سے لگاوٹ تو مغبچوں سے پیار

غریب شیخ پہ ہر دم دولتیاں جھاڑیں
کریں مساجد و کعبہ سے دُم دبا کے فرار

کہاں ہے ان کا ٹھکانا کدھر ہے ان کا مقام
وہی ہے بیتِ صنم اور خانہ، خمار

بگھارتے ہیں تصوّف تو کون دیگا داد
کہاں ہیں سعدی و حافظ۔ سنائی و عطار

کریں گے اس قدر ایمان و دین کی تفضیح
کہ گویا ہیں کوئی ہفتادشت کے کفار

اگرچہ ہاتھ میں تسبیح لب پہ ہو توبہ
بنیں گے شعر میں ہاں مے پرست و بادہ گسار

جمال یوسف و اعجاز عیسی و موسی
ہیں ان کی گندہ دہانی کے سامنے سب خوار

نہ کچھ خدا کا لحاظ اور نہ انبیا کا ادب
یہ ان کی نور بھری شاعری خدا کی مار

اسمٰعیل

جلد ۴

۲۔ نیچر کا شاعر

بعض نیچر کے مرقعوں کے تماشائی ہیں
بزم قدرت کے ہر اک سین کے شیدائی ہیں

دن نکلتا ہی تو سورج پہ فدا ہوتے ہیں
رات کو چاند کی سج دھج پہ فدا ہوتے ہیں

توڑ کر عرش سے مضمون کے تارے لائیں
چاندنی رات کے نظموں میں نظارے لائیں

ہو گئے مست جو گھنگھور گھٹائیں دیکھیں
پردۂ ابر میں بجلی کی ادائیں دیکھیں

مینہ کی بوندوں کو سمجھتے ہیں گہر موتی برسے
باغ کی سیر کو جاتے ہیں نکل کر گھر سے

دیکھتے ہیں کبھی اندازِ صبا کا نقشہ
کھینچتے ہیں کبھی پھولوں کی قبا کا نقشہ

برف کے سین پہاڑوں میں دکھاتے ہیں کبھی
آبِ مضمون کی گنگا میں نہاتے ہیں کبھی

آفریں آفریں اللہ ری قدرت کی بہار
نیچرل شعر ہوئے صنعتِ صانع کے نثار

کیفی

۳۔ شاعر کا دل

شاعر کے دل کو چاہیے محزوں سدا رہے
کوئی نہ کوئی اس پہ غضب ٹوٹتا رہے

یہ دل نہیں ہی عیش و تنعم کے واسطے — بیجا نہیں گر اس پہ قیامت بپا رہے
جلد ۲ اک رمز ہی کہ ہوں بہم افلاس و شاعری — ممکن نہیں کہ گوشت سے ناخن جدا رہے
دولت بڑھی تو شاعری روپوش ہوگئی — پاس اس اصول کا شعرا کو ذرا رہے
شاعر نہیں وراثتِ قاروں کے واسطے — یہ تیرا ملک تجھکو مبارک شہا رہے

اس دل کو چاہیے کہ نہ دولت پرست ہو
یہ کعبۂ خلیل ہی اس میں خدا رہے

صادق

۴۔ شب و شاعر

کیوں میری چاندنی میں پھرتا ہے تو پریشاں — خاموش صورتِ گل مانند بو پریشاں
تاروں کے موتیوں کا شاید ہی جوہری تو — مچھلی ہی کوئی میری دریائے نور کی تو
یا تو مری جبیں کا تارا گرا ہوا ہے — رفعت کو چھوڑ کر جو پستی میں جا بسا ہی
خاموش ہوگئے ہیں تارِ رباب ہستی — ہی میرے آئینہ میں تصویر خواب ہستی
دریا کی تہ میں چشمِ گرداب سو رہی ہی — ساحل سے لگ کے موجِ بیتاب سو گئی ہی
بستی زمیں کی کیسی ہنگامہ آفریں ہے — یوں سو گئی ہی جیسے آبادی ہی نہیں ہی

شاعر کا دل ہے لیکن نا آشنا سکوں سے
آزاد رہ گیا تو کیوں کر مرے فسوں سے

میں تری چاند کی کھیتی میں گہر بوتا ہوں — چھپ کے انسانوں سے مانند سحر روتا ہوں
دن کی شورش میں نکلتے ہوئے شرماتے ہیں — عزلتِ شب میں مرے اشک ٹپک جاتے ہیں
مجھ میں فریاد جو پنہاں ہے سناؤں کس کو — تپشِ شوق کا نظارہ دکھاؤں کس کو
برقِ ایمن مرے سینے میں پڑی سوتی ہے — دیکھنے والی ہے جو آنکھ کہاں سوتی ہے
صفتِ شمعِ لحد مردہ ہے محفل میری — آہ اے رات بڑی دور ہے منزل تیری
عہدِ حاضر کی ہوا راس نہیں ہے اس کو — ابھی نقصان کا احساس نہیں ہے اس کو

ضبطِ پیغامِ محبت سے جو گھبراتا ہوں
تیرے تابندہ ستاروں کو سنا جاتا ہوں

اقبال

۵- اعزازِ شاعری

شاعر کا اوج بلبلِ سدرہ سے کم نہ تھا — رکھتی تھی جن دنوں پرِ پرواز شاعری
خدمت گزارِ شاعرِ خوشگو تھا ہر امیر — تھی ہر وزیر و شاہ کی دمساز شاعری

گرویدہ اک جہان تھا اس کے جمال کا | کرتی تھی اپنے حسن پہ خود ناز شاعری
ہوتی تھی ہر رئیس کی مجلس میں اس کی قدر | رہتی تھی بزم و رزم میں ممتاز شاعری
بھرتے تھے موتیوں سے سب اہلِ سخن کے منہ | کرتی تھی شاعروں کو سرافراز شاعری

شاعر کی قدر فخرِ دو عالم نے کی حفیظ
رکھتی ہی یہ سند ہے اعزاز شاعری

حفیظ

۶- حالی کی شاعری

میں بھی ہوں حسنِ طبع پر مغرور | مجھ سے اُٹھیں گے ان کے ناز ضرور
خاک ہوں اور عرش پر ہو دماغ | مجھ سے برتر ہے میری طبعِ غیور
خاکساری پہ میری کوئی نہ جائے | میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور
نہ گنو اہلِ عصر میں مجھکو | میں بہت کھنچتا ہوں آپ کو دُور
چشمۂ آبِ خضر کی مانند | چشمِ اہلِ جہاں سے ہوں مستور
دل سے داد اپنی لے چکا ہوں بہت | مجھکو پروا نہیں کہ ہوں مشہور
مثلِ یوسف دکھائے جوہرِ ذات | جس کو بکنا ہو مفت یہاں منظور

جیسے شہباز ہو قفس میں اسیر
ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور

جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں
اس سے شکوہ نہیں کہ ہے معذور

لذّتِ مے سے جو نہ ہو آگاہ
اس کو کیا قدر خوشۂ انگور

جس کے آنکھیں نہوں وہ کیا جانے
روز روشن ہے یا شب دیجور

پہلے ہوگی کسی کو قدر ہنر
اُٹھ گیا اب جہاں سے یہ دستور

دردِ دل کا بیاں کروں کس سے
بات کھوتی نہیں مجھے منظور

سخنِ حق کی داد لوں کس سے
سُن چکا ہوں فسانۂ منصور

ہم نے دیکھی تمیز اہلِ نظر
ہم نے دیکھا مذاقِ اہلِ شعور

ہے غرض ان کو صوت موزوں سے
نالۂ دل ہو یا نوائے طیور

ہے فقط روشنی سے ان کو کام
موم ہو اصل شمع یا کافور

آپ اپنے سخن سے ہوں محظوظ
دلِ اصحاب گو نہ ہو مسرور

ہوں تماشائے شہر نابینا
ہے برابر مرا خفا و ظہور

دریچا ہوں اور ہوں بے آب
ماہ کامل ہوں اور ہوں بے نور

چشمۂ پیداؤ کارواں تشنہ
بادۂ پُرزور و انجمن مخمور

اس زمانہ میں وہ غریب ہوں میں
جو وطن سے ہو لاکھ منزل دور

جلد۴

کاش اس عہد میں مجھے پاتے | تھا سخن جب کہ قبلۂ جمہور
کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز | انوری ہے نہ عرضی و شاپور
کون دیکھے مرے چمن کی بہار | مر گیا عندلیب نیشاپور
جس سے ہوتا ہے خستہ سینۂ ہوش | ہے زباں میری وہ دمِ ساطور
جس سے ہوتا ہے کور پروانہ | ہے مری شمع میں وہ لمعۂ نور
لوں ملائک سے دادِ حسنِ کلام | گر لکھوں نعت سرورِ جمہور

کرنے جاؤں جو حق سے عذرِ گناہ
لے کے آؤں نویدِ عفو قصور

حالی

۷۔ سراپائے عشق

زرا عشق ادھر دیکھے بھالے ہوئے | قدم او ستمگر سنبھالے ہوئے
نہ چلنا کہیں وہ قیامت کی چال | کہ لاشے شہیدوں کے ہوں پائمال
جو تو رہنما ہے تو رہزن ہے کون | تجھے دوست سمجھیں تو دشمن ہے کون
نظر بند تیرے سمائے رہیں | مگر آنکھیں چتون چرائے رہیں

جلد۴

کیا تیرے زنداں نے یوسف کو بند
ہوئے تیرے مقتل کو عیسیٰ پسند

نمک تیرا زخموں میں ایوب کے
کھٹک تیری دیدوں میں یعقوب کے

نہ شیخ و برہمن کے ٹھیرے قدم
کشاکش میں ہیں تجھسے دیر و حرم

جہانگیر ہے نکہتِ دل رُبا
ہے کِس فتنہ میں عطر ڈوبا ہوا

چمن کو ہوا تیری ایسی لگی
رگِ گُل سے بُلبل کو پھانسی لگی

برہمن کو بُت بن کے دھوکا دیا
بتوں کو خدا کہکے بندا کیا

پڑا سایہ جس پر فنا ہو گیا
پری بن کے تو اک بلا ہو گیا

تپش پھر محشر کی بڑھتی ہوئی
ترے حُسن کی دُھوپ چڑھتی ہوئی

نہ گیسو کا مثل اور نہ رخ کا بدل
وہ شامِ ابد ہے یہ صبحِ ازل

ترے موئے مشکیں بلا در بلا
ہر اک طُرّہ ہنگامۂ کربلا

کہاں بل کہاں پیچ تقدیر کے
یہ لٹکے ہیں زلفِ گرہ گیر کے

وہ چمکے شہیدانِ ابرو کے داغ
کہ گُل ہو گئے مسجدوں کے چراغ

کوئی چشم کافر ہے اِس آن کی
قسم کفر کھائے تو ایمان کی

ستم تیرِ مژگاں کا اُٹھتا نہیں
کسی دل کا اتنا کلیجہ نہیں

[illegible]

جلد۴

۸- کارنامۂ عشق

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا — جس گھر سے سر اٹھایا اُس کو بٹھا کے چھوڑا

ابرار تجھ سے ترساں احرار تجھ سے لرزاں — جو زد پہ تیری آیا اُس کو گرا کے چھوڑا

راجوں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے — گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھا کے چھوڑا

کیا منعموں کی دولت کیا زاہدوں کا تقویٰ — جو گنج تو نے تاکا اُس کو لٹا کے چھوڑا

جس رہ گزر میں بیٹھا تو غولِ راہ بن کر — صنعاں سے راست رو کو رستہ بھلا کے چھوڑا

فرہادِ کوہ کن کی لی تو نے جانِ شیریں — اور قیس عامری کو مجنوں بنا کے چھوڑا

یعقوبؑ سے بشر کو دی تو نے ناصبوری — یوسفؑ سے پارسا پر بہتان لگا کے چھوڑا

لاگ اور لگاؤ دونوں ہیں دل گداز تیرے — پتھر کے دل تھے جن کے اُن کو رلا کے چھوڑا

عقل و خرد نے تجھ سے کچھ چپقلش جہاں کی — عقل و خرد کا تو نے خاکا اڑا کے چھوڑا

علم و ادب رہے ہیں ولیے ترے ہمیشہ — ہر معرکہ میں تو نے ان کو دلا کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگیں روداد تیری دلکش — شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اس کے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

حالی

جلد ۴

۹- ولولۂ عشق

آج آرائشِ گیسوئے دوتا ہوتی ہے — پھر مری جان گرفتارِ بلا ہوتی ہے
پھر کسی کام کا باقی نہیں رہتا انساں — سچ تو یہ ہے کہ محبت بھی بلا ہوتی ہے
مرغِ بسمل کی طرح لوٹ گیا دل میرا — نگہ ناز کی تاثیر بھی کیا ہوتی ہے
خود سمجھتا ہوں کہ رونے سے بھلا کیا حاصل — پر کروں کیا یوں ہی تسکین ذرا ہوتی ہے

نالہ کرنے دیں للہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

اکبر

۱۰- جوشِ جنوں

ان دنوں جوشِ جنوں ہے ترے دیوانے کو — لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو
منع کرتا ہے مجھے یار کے گھر جانے کو — ناصحا آگ لگے اس ترے سمجھانے کو
شہر میں اپنے یہ لیلیٰ نے منادی کر دی — کوئی پتھر سے نہ مارے مرے دیوانے کو
خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو — یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

کچھ بھی ہے عاشقِ بیدل کی تجھے اپنے خبر
آتا ہے پیک اجل اب اسے لیجانے کو جلد ۴

ناظر

۱۱۔ وحشت

ہیں یہ کیا رنگ تمہارے محسن	سست کیوں ہو مرے پیارے محسن
نہ وہ صورت نہ وہ سیرت تیری	یار کیا ہو گئی حالت تیری
حیف حالت تری دکھیائی ہوئی	ہائے صورت تری مرجھائی ہوئی
لب پہ آئے ہوئے نالے پیہم	ڈبڈبائی ہوئی آنکھیں ہردم
چہرہ ڈوبا ہوا حیرانی میں	عرق آیا ہوا پیشانی میں
زردی چھائی ہوئی رخساروں پر	سرسوں پھولی ہوئی آنکھوں پر
حسرتیں دل کی عیاں سینے سے	جی پریشاں ترا جینے سے
باتیں کرتے ہو تو رک جاتے ہو	آپ ہی چھیڑ کے شرماتے ہو
کبھی ملتے ہو تو بیگانے سے	کبھی ہنستے ہو تو دیوانے سے
جم کے بیٹھو تو اٹھانے کے نہیں	روٹھ جاؤ تو منانے کے نہیں

کیوں چلے آتے ہیں چپ چپ آنسو　　کس لئے گرتے ہیں ٹپ ٹپ آنسو
خون میں ڈوبی نگاہیں کیسی　　ہیں مری جان یہ آہیں کیسی
ہوش میں آؤ سمجھ والے ہو　　تم تو بے مے پئے متوالے ہو
سو کہیں ایک نہ مانی آخر　　مٹ گئی تیری جوانی آخر
تھام لے دل تجھے دلبر کی قسم　　سر اٹھا تجھ کو مرے سر کی قسم

دوستانہ تجھے سمجھاتے ہیں
نہیں سنتا ہے تو ہم جاتے ہیں

جلد ۴

محسن کاکوروی

۱۲- دلِ بیقرار کیا ہے

مرے جان نثار کیا ہے مرے غمگسار کیا ہے　　تجھے کیوں ہے اتنی الجھن دلِ بیقرار کیا ہے
کوئی پھانس کیا چبھی ہے کوئی چوٹ کیا لگی　　کوئی گریہ کا سبب بھی، دل اشکبار کیا ہے
نہ یہ کاوشیں ہیں ایسی، نہ یہ شورشیں ہیں ایسی　　تری جوشِ غم کے آگے، غمِ روزگار کیا ہے

تجھے کیوں ہے اس کی خواہش کہ وہ آئیں تیرے گھر میں
یہ بتا کسی کے دل پر، ترا اختیار کیا ہے

عزیز لکھنوی

۱۳- دل سے دو دو باتیں

دلِ غم نصیب محزوں　　تو نحیف و زار کیوں ہے
یہی تجھ سے پوچھتا ہوں　　کہ تو بے قرار کیوں ہے
تجھے اضطرار کیوں ہے

ہے عجیب تیری دھڑکن　　ہے تڑپ تری نرالی
تو ہے دل مرا کہ دشمن　　مری جان زار کھا لی
نہ ہوا تو غم سے خالی

ترے غم کو میں بھی جانوں　　کہ وہ کس مآل کا ہے
وہ نتیجہ میں بھی دیکھوں　　جو ترے خیال کا ہے
جو ترے ملال کا ہے

نہ شگفتہ فصلِ گل میں　　نہ کسی چمن میں خنداں
نہ قرار شور و غل میں　　نہ سکوت میں تو شاداں
تجھے کیا ہوا ہے ناداں

تجھے لے گیا چمن میں　　کہ کسی طرح کھلے تو

گُل و لالہ و سمن میں کرے شکوے اور گلے تو
جلد۴
اگر ان میں کچھ ملے تو

مگر آہ واں بھی دیکھا نہ تری خوشی کا ساماں
گل و سبزہ پہ نہ ریجھا نہ نوائے عندلیباں
نہ ہوا ترانہ ریزاں

تجھے بزم عیش میں بھی تو بٹھا بٹھا کے دیکھا
تجھے جام۔ دست ساقی سے پلا پلا کے دیکھا
غرض آزما کے دیکھا

نہ ہوا قرار تجھ کو کوئی اور آرزو ہے
گلِ عیش خار تجھ کو تری خو ہیں اور بو ہے
کوئی اور جستجو ہے

تجھے لے چلوں وہاں میں ہیں جہاں چمکتے تارے
کہ تجھے بلا رہے ہیں وہ فلک کے ماہ پارے
ہیں عجیب پیارے پیارے

نہ تجھے ہے ان کی چاہت نہ ہے تیرہ خاکداں کی

نہ زمیں سے تجھ کو اُلفت نہ محبت آسماں کی

تو ہی آرزو کہاں کی

جلد ۳

محروم

۱۴- دلِ بیقرار سو جا

نہیں وعدۂ بتاں کا کوئی اعتبار سو جا نہ کر انتظار سو جا، دلِ بیقرار سو جا

وہ کریں سگے برق و باراں کا بہانہ مجھسے اگر نہ ہو بیقرار سو جا، نہ ہو اشکبار سو جا

جو سمجھ ہو تجھ میں ناداں تو یہ بات خوب سمجھے کہ جہاں میں عہد خوباں نہیں استوار سو جا

تجھے پھینک آؤں گا میں اسی در پہ صبح ہوتے نہ تڑپ کہ رازِ اُلفت نہ ہو آشکار سو جا

پڑی محو خواب راحت ہے خدائی دیکھ ساری

مگر اک تجھی یہ ظالم ہے خدا کی مار سو جا

محروم

۱۵- دلِ بیقرار سو جا

کسی مست ناز کا ہے، عبث انتظار سو جا کہ گزر گئی شب آدھی دلِ بیقرار سو جا

جلد ۴

ابھی دھان پان ہے تو، نہیں عاشقی کے قابل
یہ تپش کا آہ شیوہ نہ کر اختیار سو جا

نہ تڑپ زمیں پہ ظالم، تجھے گود میں اُٹھا لوں
تجھے سینہ سے لگا لوں تجھے کر لوں پیار سو جا

یہ تری صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے
مرے پردہ دار سو جا مرے رازدار سو جا

یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سرد جھونکے
تجھے دے رہے ہیں لوری مرے غمگسار سو جا

تجھے پہلا سابقہ ہے، شب غم بُری بلا ہے
کہیں مر مٹے نہ ظالم، دلِ بیقرار سو جا

سرورؔ جہاں آبادی

۱۶- آفتِ دل

روز حالت ہے اک نئی دل کی
کیا بُری چیز ہے لگی دل کی

تیری محفل میں او ستم پرور
یاد ہے مجھکو بےبسی دل کی

عرضِ مطلب نہ ہو سکا مجھسے
بات دل ہی میں رہ گئی دل کی

نگہِ لطف دیکھ کر اُس کی
اور حالت بگڑ گئی دل کی

سینہ ہی میں تڑپ تڑپ کے رہا
ہوئی ظاہر نہ بیکلی دل کی

ہے تلوّن کا اس کے اک پہلو
ہم کو معلوم ہے خوشی دل کی

جلد ۴

ہوا الٰہی بیان میں تاثیر	پوچھتے ہیں وہ بیکلی دل کی

چین خلوت میں بھی ہوا نہ نصیب

ساتھ آفت لگی رہی دل کی

ھادی

۱۷۔ دل کی بیکلی

مرے بس میں یا تو یارب وہ ستم شعار ہوتا	یہ نہ تھا تو کاش دل پر مجھے اختیار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی	وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا

وہ فراد یا تڑپنے کہ یہ آرزو ہی یارب	مرے دونوں پہلوؤں میں دلِ بیقرار ہوتا

دمِ رخصت ان کا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا

تمھیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

امیر

۱۸۔ ضبطِ عشق

عشق کو ضبط کئے بیٹھے ہیں	دل میں اک درد لئے بیٹھے ہیں

زرد چہرہ ہے نگاہیں مایوس ہونٹوں تک آتی ہیں آہیں مایوس
ظاہر اکوئی نہیں ہے آزار لاکھوں بیمار کے لیکن بیمار
اشک آنکھوں سے نہ گرنے والے اپنے ہی حلقہ میں پھرنے والے
طبع کو شوق تلاشِ خلوت بات کرنے میں ہر اک سے نفرت
پہروں خاموش ہی بیٹھے رہنا سنبھلے رہنا جو کبھی کچھ کہنا
پوچھنے والے نے پوچھا جو مزاج کہدیا کل سے تو اچھے ہیں آج
ہوش اُڑنے پہ بھی اتنا ہی خیال کہ نہ سمجھے کوئی پابندِ ملال
خود کہیں عقل کہیں ذہن کہیں یہ تو سب کچھ ہے تصوّر ہے وہیں

نہیں معلوم کہاں بیٹھے ہیں
آج بیٹھے ہیں جہاں بیٹھے ہیں

محشر

۱۹- یادِ یار

جب سے تجھ سے جدا ہوا ہوں میں اک مصیبت میں مبتلا ہوں میں
یاد رہتی ہے ہر گھڑی تیری صورت آنکھوں میں ہے گھڑی تیری

تن یہاں ہے تو جان ہے تیرے پاس — کہیے اب کیا ہے زندگی کی آس

جلد۴

یاد ہے تیری رات دن مجھکو — جان دوبھر ہے تیرے بن مجھکو

کام کوئی کیا نہیں جاتا — شغل کوئی بھی خوش نہیں آتا

دل کے بہلانے کو جو ہو مضطر — جاؤں دریا و کوہ و صحرا پر

جی بہلتا نہیں وہاں بھی مرا — ساتھ ہے دل کے واں بھی ہیجان تیرا

فکر کھانے کی ہے نہ پینے کا ہوش — بھول ہی سی گیا ہوں سب خور و نوش

کپڑے میلے ہیں گر تو فکر نہیں — غسل کی یاد آئے۔ ذکر نہیں

بولنا کچھ کسی سے بار ہے اب — بات کرنا ہی ناگوار ہے اب

گر کھڑا ہوں تو سخت حیرت ناک
اور جو بیٹھا تو جان غم سے ہلاک

سحر

۳۰- دردِ فراق

اے پپیہے بس خدا کے واسطے چپ ہو ذرا — رات آدھی آگئی ظالم تجھے کیا ہو گیا

تیری پی پی کہنے سے وہ بیوفا یاد آئے ہے

جاری کو اُن یا ورِ مت گو کہ استا زور ہے　ٹیس اُٹھتی ہے جگر میں ہائے تیرے شور سے

تو جُدا تڑپا کئے اور وہ جُدا تڑپا کئے ہیں

کیوں یہ آہِ سرد ہے کس واسطے رُخ زرد ہے　اشک کیوں آنکھوں میں ہیں دل کیوں سرا پا درد ہے

آج اے توفیق کیوں اس طرح جی گھبرائی ہے

توفیق

۲۱- فرقت کی رات

یہ شبِ فرقت بھی کیسی رات ہے　ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے

کس قدر تاریک ہے اندھیر ہے　رات ہے یا پردۂ ظلمات ہے

ہول آتا ہے در و دیوار سے　ہو نہ ہو یہ لشکرِ آفات ہے

چین اب آتا کسی کروٹ نہیں　کس مصیبت میں بسر اوقات ہے

درد دل میں اور کلیجے میں جلن　اور وحشت مجھکو ساری رات ہے

آدھی دنیا سو رہی ہے چین سے　میرا سینہ مرجعِ آفات ہے

ہائے بے چینی قلق اور اضطراب　درد بیٹھا بیٹھا ساری رات ہے

آہ سینے میں مرے اک آگ ہے　نارِ دوزخ جس کے آگے مات ہے

جلد ۴

ہائے مایوسی دباتی ہے گلا — دم نکل جائے تو اچھی بات ہے
میں تو گنتے گنتے گھڑیاں تھک گیا — کیا قیامت سی بھی لمبی رات ہے
کوئی دیکھے تو گھڑی کیا وقت ہے — کتنی گزری کتنی باقی رات ہے
ہائے کب اس رات کی ہو گی سحر
یہ عذابِ نزع ہے یا رات ہے

خان احمد حسین خاں

۲۲۔ رات کے بیچین گھنٹے

دُنیا تمام غفلت کی نیند سو رہی تھی — اور شورشِ جہاں تک خاموش ہو رہی تھی
سنّاٹا کل فضائے عالم پہ چھا چکا تھا — پچھلے پہر کا گھنٹہ بارہ بجا چکا تھا
وقتِ رواں کا ہر دم ہوتا تھا یہ اشارہ — اے سونے والو دیکھو تم مجھکو آشکارا
میرا قدم ازل سے کل کائنات پر ہے — اِک نقشِ پا ہے دن پر اور ایک رات پر ہے
خمخانۂ فلک میں رندوں کا جمگھٹا تھا — محفل سکوت کی تھی اور دَور چل رہا تھا
چوٹی سے کوہ نو کی تھی جوئے نور جاری — اور روشنی کا گویا برسا رہی تھی پانی
ہم نے جو غور کر کے دیکھا جو چاند تھا وہ — بادل کی جھاڑیوں میں تھا راہ ڈھونڈتا وہ

تنہائی محض نے تھا ایسا مجھے ابھارا
بے اختیار ہو کر میں نے اُسے پکارا

جلد۴

ای پھرنے والے دشتِ غربت میں آسماں کے
اے رہ نوردِ یوسفِ انجم کے کارواں کے

اے رات کے مسافر بے زادِ راہ و ساماں
کس مُنہ سے اپنے گھر ہم تجھکو بلائیں مہماں

گھر کیسا؟ آہ گھر بھی تو یاں نہیں کوئی ہے
ہر شے میں غربت ہی ہر چیز اجنبی ہے

لیکن یہیں بٹانے کو تیرا ہاتھ میں ہوں
چل جس طرف کو چلتا ہی تیرے ساتھ میں ہوں

اس دیس میں ہوا ہوں آ کر تباہ میں بھی
تیری طرح چلا ہوں بے زادِ راہ میں بھی

پھرتا ہوں زندگانی کے توسنِ رواں پہ
اک پاؤں ہے زمیں پر اور ایک آسماں پہ

تیری طرح اُبھر کر جاتا ہوں ڈوب میں بھی
یعنی طلوع ہوتا ہوں اور غروب میں بھی

گھیرے ہوئے مجھے بھی تاریکیِ محن ہے
تیری طرح سے میرے بھی واسطے گہن ہے

یعنی ہوں گاہ روشن اور گاہ ماند میں ہوں
بس ایک چاند تو ہے اور ایک چاند میں ہوں

تو وہ کہ تجھ سے روشن رہتی ہے آدھی دُنیا
میں وہ کہ مجھ سے رونق پکڑے ہے ساری دُنیا

ساری زمینِ انجم ہے میری روشنی سے
دن ہو رہا ہے میری بجلی کی روشنی سے

اے ماہِ آسماں من آں ذرّۂ زمینم
صد ماہ چوں تو پنہاں در جیب و آستینم

اے چاند حال میرا تجھ سے چھپا نہیں ہے — تو اور میں ہوں کوئی دوسرا نہیں ہے
یہ سب تو شاعرانہ میری تعلیاں تھیں — لفاظیاں تھیں اور سب رنگیں بیانیاں تھیں
سن کان دھر کے اپنی بپتی تجھے سناؤں — میرا تو حال یہ ہے میں تجھ سے کیا چھپاؤں
طوفان کا جیسے مارا ساحل کو ڈھونڈھتا ہو — یا وہ تھکا ہوا جو منزل کو ڈھونڈھتا ہو
یا جیسے وہ پتنگا جو کھیل جائے جی پر — اور دوڑ کر گرے جو شعلے کی روشنی پر
یا جس طرح وہ بیوہ جو غم میں جل رہی ہو — اور خاک اپنے شوہر کی جو کریدتی ہو
صدیاں گذر گئی ہیں مجھ کو تلاش کرتے — خالق کو اور اس کے اسرار فاش کرتے
جانچی ہیں میں نے برسوں خورشید کی شعاعیں — ذرّوں تک میں نے برسوں دوڑائی ہیں نگاہیں
تہ تک سمندروں میں غوطے لگا گیا ہوں — پاتال تک زمیں کے اندر چلا گیا ہوں
تحت الثریٰ سے گذرا اڑتا زقند بھرتا — افلاک پھاڑتا اور اجسام قطع کرتا
چمکا کبھی افق پر خورشید شرق بن کر — تڑپا کبھی فضائے عالم میں برق بن کر
اونچا بہت غباروں میں بیٹھ کر اڑا ہوں — بادل میں چھپ گیا ہوں تاروں میں مل گیا ہوں
سیر عدم کر آیا میں اسپیشل اڑاتا — گذرا صراط پر سے بائیسکل اڑاتا
جنت میں جا کے وعدے لے آیا حوروں سے میں — دوزخ کا دیکھ آیا دروازہ دور سے میں
شمس و نجوم کی میں رفتار دیکھ آیا — اور کائنات کے کل اسرار دیکھ آیا

کیا دورہ کواکب اور کیا قیام شمسی — دیکھا پڑا ہے میرا سارا نظام شمسی

گردش کی شکل میں نے اس طرح کھینچدی ہے — گویا زمین میری اُنگلی پہ گھومتی ہے جلد ۴

دنیا کا کام سارا مجھ سے نکل رہا ہے — یہ کارخانہ میرے پرزوں سے چل رہا ہے

لیکن تمام اس سرگردانی کا نتیجہ — یہ ہے۔ کہ سر جھکائے افکار میں ہوں بیٹھا

تحقیق اور تجسس کے دام میں پھنسا ہوں — وسواس میں گھرا ہوں اوہام میں پھنسا ہوں

کہنے کو ہوں میں فارغ کہلانے کو ہوں کامل — جو چیز ہے فراغت مجھ کو کہاں ہے حاصل؟

سب زندگی کی خوشیاں میں خاک میں ملا کر — بیٹھا ہوں دونوں ہاتھوں پر اب دھرے ہوئے سر

صحرا میں آہو بھرتے ہیں جب کُلیلیں — بے فکر ہو کے جب وہ سبزے پہ لوٹتے ہیں

گرتے ہیں جب کہ بھونرے پھولوں کے جام مُل پر — جب بُلبلیں مچاتی ہیں شور شاخِ گُل پر

چشموں پہ غول باندھے چڑیاں جب آ گری ہیں — جب وہ پروں سے اپنے پانی اُچھالتی ہیں

اُس وقت میرے دل پر اک ابر چھا گیا ہے — اور وہ برس کے گھنٹوں مجھ کو رُلا گیا ہے

اس وقت میں نے جانا بس زندگی یہی ہے — اصلی خوشی یہی ہے زندہ دلی یہی ہے

پھر سوچکر کہ میرا کیا حال ہے میں کیا ہوں — بس چوندھیا گیا ہوں ایسا کہ چیخ اُٹھا ہوں

باز آیا علم و فن کی میں ایسی روشنی سے — گذرا میں ایسے جینے اور ایسی جانکنی سے

اے لذتوں کی پھندو تم میری جان چھوڑ دو — اے حوصلو مجھے تم کوئی تو آن چھوڑ دو

اے علم میں فضیلت سے تیری باز آیا — اے عقل میں ہدایت سے تیری باز آیا
جلد ۴ روز ایک اِک بکھیڑا تو نے لگا دیا ہی — جب تو نے رائے دی ہی مجھکو پھنسا دیا ہی
اے عشق جان تجھ سے اپنی بچا رہا ہوں — اے شوق تجھ سے پیچھا اپنا چھڑا رہا ہوں
جس راہ تم نے چاہا ہی مجھکو لے چلے ہو — تم کھینچے چلے ہو ہم کھسلنے سے چلے ہو
آہ اے امید تو نے مجھ کو بہت تھکایا — اے آرزو کے پودو کچھ تم سے پھل نہ پایا
اے جذبِ حُسن اور اے جوشِ شباب رخصت — اے ذوق و شوق عشق خانہ خراب رخصت
بس اے عروسِ دُنیا اب میں الگ ہوں گا — اب ای بہشت تجھ کو میں لے کے کیا کروں گا

در محفلے کہ یاراں شربِ مدام کردند
چوں نوبتِ من آمد آتش بجام کردند

ای چاند دو بجے ہیں اور میں بھی تھک گیا ہوں — یہ نیند کا نشہ ہی جو کچھ بہک گیا ہوں
غمنامہ سُن چکا تو میرا مری زبانی — زنہار تو کسی سے کہنا نہ یہ کہانی
تو شورشِ جہاں میں مُہرِ سکوت شب ہی — لوحِ طلسم ہے تو ٹوٹا تو بس غضب ہی
ہیں سر بمہر قدرت کے راز تیرے سر میں — اس میکدے کی کنجی ہی تیری ہی کمر میں
میں ہوں کلیم تیرا اور شمع طور تو ہے — نادر ہے کے مالِ یغما میں کوہ نور تو ہے
پروانہ میں ازل سی تیرے چراغ کا ہوں — بچپن سی جرعہ کش میں تیری ایاغ کا ہوں

اے جامِ خوابِ راحت میرے قریب آجا ‌‌ ‌ آنکھوں میں میری بلجا دل میں میرے سما جا

یہ تھوڑی رات جو ہی کٹ جائے مجھکو سوتے ‌ ‌ اور تازہ دم میں اُٹھوں ایسا کہ صبح ہوتے

رکھدوں طلسم بحرِ ظلمت کو توڑ کر میں ‌ ق ‌ موتی کی طرح نکلوں دامن نچوڑ کر میں

بس آنکھ بند کر کے خاموش ہو گیا میں

دو جھونکے ایسے مجھکو آئے کہ سو گیا میں

نادرؔ کاکوری

۲۳- شبِ غم

وہی شام دھندلی وہی رات کالی

وہی خامشی ہوائیں وہی بدلیوں کی جالی

وہی شمع ہچکی ہچکی مرے ساتھ رونے والی

وہی میں وہی مرا دل وہی مشورے خیالی

شبِ غم بری بلا ہے شبِ غم بری بلا ہے

مرے گھر میں کیوں خموشی مرے دل پہ کیوں تباہی

یہ مکاں ہے یا کہ صحرا میں مکیں ہوں یا کہ راہی

در و بام پہ ہے اکثر شبِ گور کی سیاہی
جلد۴
میں ہوں زندہ یا کہ مردہ مجھے کیا ہوا الٰہی
شب غم بری بلا ہے شبِ غم بری بلا ہے

میں کسے یہاں پکاروں کہ نہیں نشاں کسی کا
نہ قدم کی کوئی آہٹ نہ گزر یہاں کسی کا
ہے جہاں میں کوئی مونس کوئی رازداں کسی کا
ہے مکیں یہاں کا تنہا یہ بھی ہے مکاں کسی کا
شب غم بری بلا ہے شب غم بری بلا ہے

ترے رحم سے بسر ہو یہ شبِ محن الٰہی
نظر آئے پھر کسی کی مجھے انجمن الٰہی
مری روح چھوڑ جائے نہ دیارِ تن الٰہی
کہیں دامنِ شبِ غم نہ بنے کفن الٰہی
شب غم بری بلا ہے شبِ غم بری بلا ہے

محروم

جلد۲

۲۴- نامرادی

پسِ مرگ میرے مزار پر جو دیا کسی نے جلا دیا
اُسے آہ دامنِ باد نے سرِ شام ہی سے بُجھا دیا

ابھی آنکھ جھپکی تھی ایک پل تو کہا یہ جی ذرا اُٹھ کے چل
دلِ بیقرار نے آن کر مجھے چٹکی لے کے جگا دیا

نہ تو تاب ہے تنِ زار میں نہ قرار ہی غمِ یار میں
مجھے سوزِ عشق نے آخرش یونہی مثلِ شمع گُھلا دیا

نیاز

۲۵- ابتدائے اُلفت

ہم اُنھیں دیکھا کئے اور وہ ہمیں دیکھا کئے
ہائے وہ پہلی نگاہیں دزدِ نیت کے مزے

وہ نگاہ شوخ کی گستاخیاں وہ جرائتیں
ہمّت افزا تھوڑی تھوڑی واقفیت کے مزے

شوق افزوں، مانعِ عرض تمنّا دابِ حسن
بارہا دل نے اُٹھائی ایسی حالت کے مزے

وہ نہ جانا محفلِ جاناں میں بُلوائے بھی
وہ خیالِ امتحانِ جذبِ اُلفت کے مزے

ہائے آخر ہو گئی برہم مری بزمِ نشاط
چرخ کو بھائے نہ میرے عیش و عشرت کے مزے جلدہم

محروم

۲۶- اختلاط

ہو چکا وعدہ کہ کل آئیے گا — دیکھیے اب نہ بدل جائیے گا
وعدہ آنے کا جو فرمائیے گا — جیسے آج آئے تھے کل آئیے گا
اتنی گھر جانے کی جلدی کیا ہے — بیٹھیے جائیے گا جائیے گا
کہتے ہیں کہہ تو دیا آئیں گے — اب یہ کیا چڑ ہے کہ کب آئیے گا

رات اپنی ہے ٹھہریئے تو ذرا
آئیے بیٹھیے، گھر جائیے گا

امیر

۲۷- یادِ ایام

ایامِ وصال بھی تھے کیا دن — راتیں تھیں مراد مدعا دن

جلد ۲

محسوس نہ تھا کہاں گئی رات معلوم نہ تھا کدھر گیا دن
کیا جلد گذر گئے وہ دن حیف ہوتا کوئی اور بھی سوا دن
تھی رات بہت دنوں سے اچھی راتوں سے زیادہ خوب تھا دن
تھی بزم وصال۔ دن ہوا رات تھی دید جمال۔ شب ہوا دن
دنیا میں بزرگ تھی وہی رات تھا عمر میں بس وہی بڑا دن
ہر صبح عجیب۔ شام نادر ہر رات جدید اور نیا دن
تھی دن کو خوشی کہ اب ہوئی رات تھی شب کو مسرت اب ہوا دن
عالم کو نہیں گریز تغیر رہتے نہیں ایک سے سدا دن
تھا خواب و خیال وہ زمانہ بجلی ہوئی رات۔ اور ہوا دن

دن رات یہی فغاں ہے لب پر
وہ رات رہی نہ وہ رہا دن

اسمٰعیل

۲۸۔ شکوۂ ناز

ہاتھ گردن میں نہ ڈالو نہ ملو تم ہو وہی جو خفا ہو گئے تھے لوگوں کے بہکانے سے
؟

۲۹- باتیں

جلد ۴

هم سمجھتے ہیں یار کی باتیں
دل سمجھتا ہے پیار کی باتیں

تم سے ملنے میں یہ ملا ہم کو
سُننی پڑتی ہیں چار کی باتیں

پھر اُدھر لے چلا ہمیں دیکھو
اِس دلِ بیقرار کی باتیں

یاد آتا ہے ہائے رہ رہ کر
وہ زمانہ وہ پیار کی باتیں

وعدہ کرنا وفا نہیں کرنا
ہیں یہی اعتبار کی باتیں

فصلِ گُل اب کہاں خزاں آئی
ہے فسانہ بہار کی باتیں

آج بہکے ہوئے سے ہیں عالی
ہیں یہ شاید خمار کی باتیں

عالی

۳۰- پھول اور پیام

(انگریزی ترجمہ سے)

جا او گلِ گلاب تو کارِ ثواب کو
میرا پیام دے مری عصمت مآب کو

کیوں مُفت کھو رہی ہے وہ یوں وقت مغتنم — کیا جانتی نہیں تو کہ فرصت بہت ہے کم
اِس وقت آتشیں ہیں وہ رُخسار پھول سے — مُنہ سے ابھی چھوٹے ہیں دمِ گفتار پھول سے جلد ۲
گر وہ ہے شمعِ حسن تو پروانہ میں بھی ہوں — ہو وہ پری جمال تو دیوانہ میں بھی ہوں
لازم ہے شکرِ نعمتِ پروردگار اُسے — واجب ہے فکرِ گردشِ لیل و نہار اُسے
کیا مال ہے یہ حُسن اگر قدرداں نہ ہو — مجنوں نہ ہو تو لیلیٰ کی بھی داستاں نہ ہو
اے گُل تو ہی بتا کہ تجھے گر بجائے باغ — بہرِ نشیمن آج ملا ہوتا کوئی زاغ
خوبی کو تیری دیکھنے والا بھی تھا کوئی — سو جان سے تیرا والہ و شیدا بھی تھا کوئی
ایسا ہی وہ مری سمن اندام نازنیں — جنگل میں کوہ و دشت میں ہوتی اگر کہیں
اہلِ نظر کی جس جگہ ہوتی نہ دسترس — اور ایک یاں ہی ہوتے جہاں ناکس اور کس
واں جنسِ حُسن ہوتی خریدار بن پڑی — اور دلربا وہ ہوتی طلبگار بن کھڑی
پیغام میرا دے کے اُسے اے گُلِ گلاب — مُرجھا نہ بیدریغ - وہیں کھا کے پیچ و تاب
شاید کہ تیرے مرنے سے ہشیار ہو کے وہ — انجامِ حُسن دیکھ لے بیدار ہو کے وہ
جانے کہ کوئی گل کا سا رنگیں قبا بھی ہو — شیریں سے بڑھ کے گو کوئی شیریں ادا بھی ہو
قبضے میں اُس کے حُسن کا حصہ ہے چند روز — دُنیا میں حُسن و عشق کا قصہ ہے چند روز

جو فائدہ اُٹھانا ہو اُس سے اُٹھائے جلد
دل میں سما چکی ہے نظر میں سمائے جلد

جلد۴

۳۱ - مقصودِ الفت

کیا مرے حُسنِ دلاویز پہ تو مرتا ہے ‌ ‌ ‌ ‌ شعلۂ رُوئی پہ مری جان فدا کرتا ہے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبّت مت کر ‌ ‌ ‌ ‌ نگہِ عشق رُخِ مہرِ جہانتاب پہ ڈال
حُسنِ بےمثل کو جس کے نہ اجل ہے نہ زوال

کم سنی پر مری مائل ہے طبیعت تیری ‌ ‌ ‌ ‌ حُسنِ نوخیز سے وابستہ ہے اُلفت تیری
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبّت مت کر ‌ ‌ ‌ ‌ تری اُلفت کی ہے قابل رُخِ زیبائے بہار
جس پہ ہر سال نیا حُسن نرالا ہے نکھار

چاہتا ہے مجھے تو کیا مری دولت کے لیے ‌ ‌ ‌ ‌ دل ہے بیکل ترا میرے زر و حشمت کے لیے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبّت مت کر ‌ ‌ ‌ ‌ چاہیے تجھ کو کرے بحرِ گہر خیز سے پیار
جس کے انمول جواہر کا نہیں کوئی شمار

پیار مجھ سے ہے تجھے کیا مری الفت کے لئے ‌ ‌ ‌ ‌ دل ہے پروانہ ترا شمعِ محبّت کے لئے
یہ اگر سچ ہے تو کر مجھ سے محبّت پیارے ‌ ‌ ‌ ‌ بہتر از مہر و بہاراں دلِ شیدا میرا
بحر میں بھی نہیں ایسا گہر مہر و وفا

نیرنگ

جلد ۴

۳۲۔ نشاطِ اُمید

اے مری اُمید مری جاں نواز
اے مری دل سوز مری کارساز

میری سپر اور مرے دل کی پناہ
درد و مصیبت میں مری تکیہ گاہ

عیش میں اور رنج میں میری شفیق
کوہ میں اور دشت میں میری رفیق

کاٹنے والی غمِ ایّام کی
تھامنے والی دلِ ناکام کی

دل پہ پڑا آن کے جب کوئی دُکھ
تیرے دلاسے سے ملا ہم کو سُکھ

تو نے نہ چھوڑا کبھی غربت میں ساتھ
تو نے اُٹھایا نہ کبھی سر سے ہاتھ

جی کو ہوا گر کبھی عسرت کا رنج
کھول دیئے تو نے قناعت کے گنج

تجھ سے ہے محتاج کا دل بے ہراس
تجھ سے ہے بیمار کو جینے کی آس

خاطرِ رنجور کا درماں ہے تو
عاشقِ مہجور کا ایماں ہے تو

نوح کی کشتی کا سہارا تھی تو
چاہ میں یوسف کی دل آرا تھی تو

رام کے ہمراہ چڑھی رن میں تو
پانڈوں کے ساتھ پھری بن میں تو

تو نے سدا قیس کا بہلایا دل
تھام لیا جب کبھی گھبرایا دل

ہوگیا فرہاد کا قصہ تمام
پر ترے فقروں پہ رہا خوش مدام

ہوتی ہے تو پشت پہ ہمّت کے جب   مشکلیں آساں نظر آتی ہیں سب
ہاتھ میں جب آکے لیا تو نے ہاتھ   سات سمندر سے گزرنا ہے بات
ساتھ ملا جس کو ترا دو قدم   کہتا ہے وہ یہ ہے عرب اور عجم
تو نے دیا آکے اُبھار اجہاں   سمجھے کہ مٹھی میں ہے سارا جہاں

ذرّے کو خورشید میں ڈے تو کھپا
بندے کو اللہ سے ڈے تو ملا

جب کہ ہمایوں سے چھٹا ملک و تخت   اور پھنسا بندِ حوادث میں سخت
یار رہا - اور نہ کوئی غمگسار   دوست و دشمن کے لگے چلنے وار
پھر گئے دلدادۂ فرماں تھے جو   چھٹ گئے وابستۂ داماں تھے جو
گھر میں نہ رہنے کی ملی کوئی راہ   ملک میں لی غیر کے جا کر پناہ
ہوگئے اغیار و بیگانے سبھی   تو نے مگر ساتھ نہ چھوڑا کبھی
چھوٹ گئے سارے قریب اور بعید   ایک نہ چھوٹی تو نہ چھوٹی اُمید
تیرے ہی دم سے کٹے جو دن تھے سخت   تیرے ہی صدقہ سے ملا تاج و تخت
خاکیوں کی تجھ سے ہے ہمّت بلند   تُو نہ ہو تو کام ہوں دُنیا کے بند

تجھ سے ہی آباد ہیں کون و مکاں
تُو نہ ہو تو ہو ابھی برہم جہاں

جلد۴

وعدے وفا کرتی ہے گو چند تو — رکھتی ہے ہر ایک کو خورسند تو
بھاتی ہے سب کو تری لیت و لعل — تو نے کہاں سیکھی ہے یہ آج کل
تلخ کو تو چاہے تو شیریں کرے — بزمِ عزا کو طرب آگیں کرے
آنے نہ دے رنج کو مفلس کے پاس — رکھے غنی اُس کو رہے جس کے پاس
یاس کا پاتی ہے جو تو کچھ لگاؤ — سیکڑوں کرتی ہے اُتار اور چڑھاؤ
آنے نہیں دیتی دلوں پر ہراس — ٹوٹنے دیتی نہیں طالب کی آس
جن کو میسّر نہیں کملی پھٹی — خوش ہیں توقع پہ وہ زربفت کی
چٹنی سے روٹی کا ہے جن کی بناؤ — بیٹھے پکاتے ہیں وہ خیالی پلاؤ
پاؤں میں جوتی نہیں پر ہے یہ ذوق — گھوڑا جو سبزہ ہو تو نیلا ہو طوق
فیض کے کھولے ہیں جہاں تو نے باب — دیکھتے ہیں جھونپڑے محلوں کے خواب
تیرے کرشمے ہیں غضب دلفریب — دل میں نہیں چھوڑتے صبر و شکیب
تجھ سے ہوس نے جو شہ لے لیا — پھونک دیا کان میں کیا جانے کیا
دل سے بھلایا زن و فرزند کو — لگ گیا گھن نخلِ برومند کو

جلد۲

کھانے سے، پینے سے ہوا سرد جی　　ایسی کچھ اکسیر کی لو لگ گئی

دین کی ہے فکر نہ دنیا سے کام　　دُھن ہی یہ ہے رات دن اور صبح شام

دھونکنی ہے بیٹھ کے جب دھونکتا　　شہ کو سمجھتا ہے اِک ادنےٰ گدا

پیسے کو جب تاؤ یہ دیتا ہے تاؤ　　پوچھتا یاروں سے ہے سونے کا بھاؤ

کہتا ہے جب ہنستے ہیں سب دیکھ کر　　رہ گئی اک آنچ کی باقی کسر

ہے اسی دھندے میں وہ آسودہ حال　　تو نے دیا عقل پہ پردہ سا ڈال

پھرتے ہیں محتاج کئی تیرہ بخت　　جن کے بڑوں میں تھا کبھی تاج و تخت

آج جو برتن ہے تو کل گھر گرو　　ملتی ہے مشکل سے انھیں نانِ جو

تیرے سوا خاک نہیں ان کے پاس　　ساری خدائی میں ہے لے دے کے آس

پھولے سماتے نہیں اس آس پر　　"صاحبِ عالم" انھیں کہیے اگر

کھاتے ہیں اس آس پہ قسمیں عجیب
"چھوٹے کو ہو تخت نہ یارب نصیب"

ہوتا ہے نومیدیوں کا جب ہجوم　　آتی ہے حسرت کی گھٹا جھوم جھوم

لگتی ہے ہمت کی کمر ٹوٹنے　　حوصلہ کا لگتا ہے جی چھوٹنے

ہوتی ہے بے صبری و طاقت میں جنگ　　عرصۂ عالم نظر آتا ہے تنگ

جی میں یہ آتا ہے کہ سم کھائیے / پھاڑ کے یا کپڑے نکل جائیے

بیٹھنے لگتا ہے دل آوے کی طرح / یاس ڈراتی ہے چھلاوے کی طرح

ہوتا ہے شکوہ کبھی تقدیر کا / اُڑتا ہے خاکہ کبھی تدبیر کا

ٹھنتی ہے گردوں سے لڑائی کبھی / ہوتی ہے قسمت کی ہنسائی کبھی

جاتا ہے قابو سے دل آخر نکل / کرتی ہے ان مشکلوں کو تو ہی حل

کان میں پہنچی تری آہٹ جو ہیں / رختِ سفر یاس نے باندھا وہیں

ساتھ گئی یاس کے پژمردگی / ہو گئی کافور سب افسردگی

تجھ میں چھپا راحتِ جاں کا ہے بھید

چھوڑیو حالی کا نہ ساتھ اے اُمید

حالی

۳۳۔ امید کا سہارا

بس اے ناامیدی نہ یوں دل بجھا تو / جھلک اے امید اپنی آخر دکھا تو

ذرا ناامیدوں کی ڈھارس بندھا تو / فسردہ دلوں کے دل آکر بڑھا تو

ترے دم سے مُردوں میں جانیں پڑی ہیں

جلی کھیتیاں تو نے سرسبز کی ہیں

بہت ڈوبتوں کو ترایا ہے تو نے — بگڑتوں کو اکثر بنایا ہے تو نے
جلد۴ اُکھڑتے دلوں کو جمایا ہے تو نے — اُجڑتے گھروں کو بسایا ہے تو نے

بہت تو نے پستوں کو بالا کیا ہے
اندھیرے میں اکثر اُجالا کیا ہے

تُوی تجھ سے ہمت ہی پیر و جواں کی — بندھی تجھ سے ڈھارس ہی خورد و کلاں کی
تجھی پر ہے بنیاد نظم جہاں کی — نہ ہو تو۔ تو رونق نہ ہو۔ اس مکاں کی

تگاپو ہے ہر مرحلے میں تجھی سے
رواروی ہے ہر قافلہ میں تجھی سے

حالی

۳۴۔ زمزمۂ نشاط

زندگی مزے کی ہی۔ لطفِ جاں اُٹھائے جا — لطفِ جاں اُٹھائے جا۔ یہ مزی اُڑائے جا
حملہ ہائے فکر و غم۔ ہوں اگرچہ دمبدم — وار سب بچائے جا فکر و غم ٹلائے جا
ظلم دشمناں سہی۔ جو۔ دوستاں سہی — رشکِ رازداں سہی بھول جا بھلائے جا
داغ زندگاں سہی۔ سوزشِ نہاں سہی — داغ یہ چھپائے جا۔ آگ یہ بجھائے جا

جلد ۴

ماجرائے حسن وعشق۔ خار دل اگر بنے
دل سے تو نکال پھینک۔ یہ خلش مٹائے جا

زندگی کہیں جسے۔ وہ تو سیلِ آب ہے
بہہ چلی اور بہائے جا۔ بہہ چلی اور بہائے جا

شب زیادہ شمع کم۔ ہے اگر تو کیا ہے غم
جب تلک کہ جل سکے۔ بے دھڑک جلائے جا

مغتنم ہے ساقیا۔ فرصت انبساط کی
پی بھی اور پلائے جا۔ پی بھی اور پلائے جا

ما مضیٰ پہ خاک ڈال۔ کل پہ چھوڑ کل کا حال
جام و شیشہ اب سنبھال۔ دورِ مے چلائے جا

جو ہوا سو ہو چکا۔ عاقبت کی فکر کیا
آج ہے بڑا مزا۔ یہ مزا اڑائے جا

میری جانِ عندلیب۔ بامِ شاخسار سے
تختِ نوبہار سے۔ فرطِ انبساط سے
مستیِ نشاط سے۔ خوب چہچہائے جا
خوب چہچہائے جا۔ فصلِ گل منائے جا
فصلِ گل منائے جا۔ راگنی سنائے جا
راگنی سنائے جا۔ یہ دل مرا لبھائے جا
محو نغمۂ طرب۔ تو مجھے بنائے جا

تیری زندگی ہے راگ۔ میری زندگی ہے رنگ
راگ رنگ مل گئے۔ میں سنوں تو گائے جا
گائے جا بجائے جا۔ خوب چہچہائے جا
مست نغمۂ نشاط۔ تو مجھے بنائے جا

اے خیالِ ابتدا۔ اے خیالِ انتہا
اے خیالِ احتیاط۔ اے خیالِ احتیاج
اے خیالِ معصیت۔ اے خیالِ معدلت
اے ہوائے آرزو۔ اے امید بیم تو

دو گھڑی تو چین لے۔ اتنا مت ستائے جا
اتنا مت ستائے جا۔ ہوش مت اڑائے جا

گل ہمیں دکھائے جا۔ سبزہ لہلہائے جا
میری پیاری عندلیب۔ تو بھی چہچہائے جا

ہائے وہ تو اڑ گئی۔ لو یہ کیا سنا گئی
جستجوئے عیش میں۔ عمر مت گنوائے جا

بے طلب تو ہاتھ آئے اور طلب سے بھاگ جائے
اشتیاقِ انبساط۔ دل سے تو بھلائے جا

خدمتِ خدا و خلق۔ ہے نشاطِ زندگی
اس میں اپنا جان و مال۔ شوق سے لگائے جا

اعجاز حسین بی اے

۳۵۔ راحتِ یاس

دم ناک میں کیا تھا طوفانِ غم نے میرا
ٹکڑے جگر کیا تھا حسرت کے سم نے میرا

خرمن جلا دیا تھا برقِ الم نے میرا — میں جان دے چکا تھا تو نے مجھے بچایا جلد ۴
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا سبز باغ برسوں اُمید نے دکھائے — تھے وعدے اس کے جھوٹے سب میں نے آزمائے
دمبازیوں سے اُس کی دھوکے بہت سے کھائے — پھندے سے اس کے تو نے آخر مجھے چھڑایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

اُمید کے وہ وعدے جھوٹی ہوائیاں تھیں — سب جَو فروشیاں تھیں گندم نمائیاں تھیں
دن رات کوششیں تھیں اور نارسائیاں تھیں — دھوکے کا تو نے پردہ آخر کو آ اُٹھایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آرزو کی تپ تھی کیا شوق کا جنوں تھا — تن من جلا رہا تھا کیا شعلۂ دروں تھا
حرماں کے نشتروں سے دل تھا کہ غرقِ خوں تھا — زخموں پہ جاں کے تو نے مرہم سا آ لگایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا آہ سرد تو نے ٹھنڈی ہوا چلائی — گہری سی نیند جس سے دردِ دروں کو آئی
کیا یاس تو نے میٹھی لوری سی آ سنائی — کیا بھیرویں کی دُھن میں یہ تو نے گنگنایا
اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

کیا سُکھ کی زندگی ہے اب شوق ہے نہ حسرت — نے آرزو نہ حرماں دونوں پہ بھیجو لعنت

اے یاس تجھکو شاباش اے یاس تجھپہ رحمت امید دور ہو چل۔ تو نے بہت ستایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا جلد۴

گزری گی خوب اپنی اب میں ہوں اور تو ہے تجھکو ہی مجھ سے الفت یاں تیری جستجو ہے

میں جسم ہوں تو جاں ہے میں پھول ہوں تو بو ہے یہ شکر ہے خدا نے مجھ سے تجھے ملایا

اے یاس تیرے صدقے تو نے مجھے بچایا

نیرنگ

۳۶۔ جوگی

کل صبح کے مطلع تاباں سے جب عالم بقعۂ نور ہوا

سب چاند ستارے ماند ہوئے خورشید کا نور ظہور ہوا

مستانہ ہوائے گلشن تھی جانانہ ادائے گلبن تھی

ہر وادی وادیٔ ایمن تھی ہر کوہ پہ جلوۂ طور ہوا

جب بادِ صبا مضراب بنی ہر شاخِ نہال رباب بنی

شمشاد و چنار ستار بنے ہر سرو و سمن طنبور ہوا

سب طائر مل کر گانے لگے عرفان کی تانیں اڑانے لگے

اشجار بھی وجد میں آنے لگے دلکش وہ سماعِ طیور ہوا

جلد۴

سبزے نے بساط بچھائی تھی اور بزمِ سرور سجائی تھی
بن میں گلشن میں آنگن میں فرشِ سنجاب و سمور ہوا
تھا دلکش منظرِ دشت و جبل اور چال صبا کی مستانہ
اس حال میں ایک پہاڑی پر جا نکلا ناظرؔ دیوانہ
چیلوں نے جھنڈے گاڑے تھے پربت پہ چھاؤنی چھائی تھی
تھے خیمے ڈیرے بادل کے کہرے نے قنات لگائی تھی
یاں برف کے تودے گلتے تھے چاندی کے فوارے چلتے تھے
چشمے سیماب اُگلتے تھے نالوں نے دھوم مچائی تھی
یاں قُلّۂ کوہ پہ رہتا تھا اِک مست قلندر بیراگی
تھی راکھ جٹوں میں جوگی کے اور انگ بھبوت رمائی تھی
تھا راکھ کا جوگی کا بستر اور راکھ کا پیراہن تن پر
تھی ایک لنگوٹی زیبِ کمر جو گھٹنوں تک لٹکائی تھی
سب خلق خدا سے بیگانہ وہ مست قلندر دیوانہ
بیٹھا تھا جوگی مستانہ آنکھوں میں مستی چھائی تھی

جلد ۱۲

جوگی سے آنکھیں چار ہوئیں اور جھک کر ہم نے سلام کیا
تب آنکھ اُٹھا کر ناظرؔ سے یوں بن باسی نے کلام کیا

کیوں بابا۔ ناحق جوگی کو تم کس لیے آ کے ستاتے ہو
میں پنکھ پکھیرو بن باسی تم جال میں آ کے پھنساتے ہو
کوئی جھگڑا دال چپاتی کا کوئی دعویٰ گھوڑے ہاتھی کا
کوئی شکوہ سنگی ساتھی کا تم ہم کو سنانے آتے ہو

ہم حرص و ہوا کو چھوڑ چکے اس نگری سے منہ موڑ چکے
ہم جو زنجیریں توڑ چکے تم لا کے وہی پہناتے ہو
تم پوجا کرتے ہو دھن کی ہم سیوا کرتے ہیں ساجن کی
ہم جوت لگاتے ہیں من کی تم اس کو آ کے بجھاتے ہو

سنسار سے یاں مکھ پھیرا ہی من میں ساجن کا ڈیرا ہے
یاں آنکھ لڑائی پیتم سے تم کس سے آنکھ ملاتے ہو

اس مست قلندر جوگی نے جب ناظرؔ پر یہ عتاب کیا
کچھ دیر تو ہم خاموش رہے پھر جوگی سے یہ خطاب کیا

ہیں ہم پردیسی سیلانی مت ناحق جوش میں آ جوگی
ہم آئے تھے تیرے درشن کو جنیون پر میل نہ لا جوگی

آبادی سے منہ پھیرا کیوں پربت میں کیا ہے ڈیرا کیوں
ہر محفل میں ہر منزل میں ہر دل میں ہے نورِ خدا جوگی

کیا مندر میں کیا مسجد میں سب جوت جگہ اللہ کا جلوہ ہے
پربت بن نگر میں ساگر میں ہر اُترا ہے ہر جا جوگی

جی شہر میں خوب بہلتا ہے، واں حسن پہ عشق مچلتا ہے
واں پریم کا ساغر چلتا ہے چل دل کی پیاس بجھا جوگی

واں دل کا غنچہ کھلتا ہے ہر رنگ میں موہن ملتا ہے
چل شہر میں سنکھ بجا جوگی بازار میں دھونی رما جوگی

اِن چکنی چپڑی باتوں سے مت جوگی کو پھسلا بابا
جو آگ بجھائی جتنوں سے مت اس پہ تیل گرا بابا

ہے شہروں میں غل شور بہت اور حرص و ہوا کا زور بہت
بستے ہیں نگر میں چور بہت سادھو کی ہے بن میں جا بابا

ہے شہر میں شورش نفسانی جنگل میں ہے جلوہ روحانی
ہے نگری ڈگری کثرت کی بن وحدت کا دریا بابا جلد۴

ہم جنگل کے پھل کھاتے ہیں چشموں سے پیاس بجھاتے ہیں
راجہ کے نہ دوارے جاتے ہیں پرجا کی نہیں پروا بابا

سر پر آکاس کا منڈل ہے دھرتی پہ سہانی مخمل ہے
دن کو سورج کی محفل ہے شب کو تاروں کی سبھا بابا

جب جھوم کے یاں گھن آتے ہیں مستی کا رنگ جماتے ہیں
چشمے طنبور بجاتے ہیں گاتی ہے ملار ہوا بابا

یاں پنچھی مل کر گاتے ہیں پیتم کی سندیس سناتے ہیں
یاں روپ انوپ دکھاتی ہیں پھل پھول اور برگ گیا بابا

ہے پیٹ کا ہر دم دھیان تمھیں اور یاد نہیں بھگوان تمھیں
سل، پتھر، اینٹ، مکاں تمھیں سوجھتے ہیں سکھی سے جھگڑا بابا

تن من کو دھن میں لگاتے ہو پیتم کو دل سے بھلاتے ہو
ماٹی میں لعل گنواتے ہو تم بندۂ حرص ہوا بابا

دھن دولت آنی جانی ہے یہ دنیا رام کہانی ہے
یہ عالم عالمِ فانی ہے۔ باقی ہے ذاتِ خدا بابا جلد۴

ناظرؔ

۳۷۔ دُنیا کی محبّت

لگاؤ نہ اس دارِ فانی سے دل — یہاں اُس کی ہیں سُست پیمانیاں
جو یہاں آج ہے جوشِ عیش و نشاط — تو کل حسرتوں کی ہیں طغیانیاں
پھر آرام برسوں نہیں یہاں نصیب — اگر چار دن ہیں تن آسانیاں
"چمن ہے کہ ہے سیمیائی نمود" — یہ کہتی ہیں نرگس کی حیرانیاں
گُلِ آوازِ بلبل پہ ہیں ہنس رہے — کہ "دو دن کی ہیں خوش الحانیاں"
متاعِ وفا کا ہو دُنیا میں کال ق — مگر گاہکوں کی ہیں ارزانیاں
لگا دیتے ہیں اُس کی قیمت میں جو — شہنشاہیاں اور سُلطانیاں
کھلونوں پہ مرتے ہیں سر پھوڑ پھوڑ — یہ داناؤں کی یاں ہیں نادانیاں
جھپٹتے ہیں مُردار کی بانٹ کو — یہ ہیں شیر مردوں کی جولانیاں
بنی نوع کے دوست کرتے ہیں آہ — بنی نوع پر آتش افشانیاں

کلیجے کے ٹکڑوں سے ہوتی ہیں یہاں   سدا جبل گوؤں کی مہمانیاں

جہاں سوزیوں کا ہے گویا کہ نام   جہانداریاں اور جہاں بانیاں

ڈبوتی ہیں آخر کو منجدھار میں   یہ فرعونیاں اور ہامانیاں

محبت کا دُنیا کے حاصل مآل

پشیمانیاں ہیں پشیمانیاں

حالی

۳۸ - بے ثباتیِ دُنیا

کیا کہوں حالِ دردِ پنہانی   وقت کوتاہ و قصہ طولانی

عیش دنیا سے ہو گیا دل سرد   دیکھ کر رنگِ عالمِ فانی

کچھ نہیں جز طلسم و خوابِ خیال   گوشۂ فقر و بزمِ سلطانی

ہے سراسر فریبِ وہم و گماں   تاجِ فغفور و تختِ خاقانی

بے حقیقت ہے شکلِ موجِ سراب   جامِ جمشید و راحِ ریحانی

لفظِ مہمل ہے نطقِ اعرابی   حرفِ باطل ہے عقلِ یونانی

ایک دھوکا ہے لحنِ داؤدی   اک تماشا ہے حُسنِ کنعانی

جلد ۴

نہ کروں تشنگی سے تر لبِ خشک چشمۂ خضر کا ہو گر پانی
لوں نہ اک مشتِ خاک کے بدلے گر ملے خاتمِ سلیمانی

بحرِ ہستی بجز سراب نہیں
چشمۂ زندگی میں آب نہیں

جس سے دُنیا نے آشنائی کی اس سے آخر کو کج ادائی کی
تجھ پہ بھولے کوئی عبث اے عمر تو نے کی جس سے بیوفائی کی
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ ہاں قسم ہم کو آشنائی کی
یہ وہ بے مہر ہے کہ ہے اس کی صلح میں چاشنی لڑائی کی
ہے یہاں حظ وصل سے محروم جس کو طاقت نہیں جدائی کی
خندۂ گل سے بے بقاتر ہے شان ہو جس میں دلربائی کی
جنس کاسد سے ناروا تر ہے خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی
بات کھوئی رہی سہی افسوس آج خاقانی و سنائی کی

رشکِ عرفی و فخرِ طالبِ مرد
اسد اللہ خاں غالبِ مرد

حالی

۳۹ — بے ثباتیِ دنیا

تبدلہ

بقائے جہاں اعتباری نہیں — کوئی شے یہاں اختیاری نہیں
کبھی جلوہ گر دن کبھی رات ہے — جہاں مطلعِ اختلافات ہے
کبھی چاند ڈوبا کبھی آفتاب — زمانہ ہے یا ورطۂ انقلاب
جہاں تھی خراماں نسیمِ بہار — وہاں اڑ رہا ہے خزاں کا غبار
ہزاروں شگوفے کھلے تھے جہاں — ہرا ایک پتا نہیں اب وہاں
وہ گلشن جو تھا رشکِ باغِ ارم — وہاں تنکا تنکا ہے اب خارِ غم
جہاں ڈھیر پھولوں کے تھے بیشمار — وہاں آج ہر سو ہیں انبارِ خار
تھی طوبیٰ کو جس گلستاں کی ہوس — وہاں بید مجنوں کا سایہ ہے بس
ملے چین کیا دورِ افلاک میں — ہزاروں بھرے گھر ملے خاک میں
کہاں بزمِ کیخسرو و جشنِ جم — خوشی چل بسی اور باقی ہے غم
محل جنکے تھے قطعۂ نو بہشت — وہ ہیں ریزہ ریزہ تہ کہنہ خشت
جو تاروں بھری رات کی چاند تھے — وہ پھر و سحر ہوتے ہی ماند تھے
کسی کے کہاں ساتھ میلے چلے — اکیلے سب آئے اکیلے چلے

نہ عاشق نہ کوئی حسیں رہ گیا — گیا جو وہاں بس وہیں رہ گیا
تھمیں اشک کیا چشم نمناک میں — غضب صورتیں مل گئیں خاک میں
وہ گل رُو تھے جو حسن و خوبی میں فرد — ہوا میں اُڑی پھرتی ہے ان کی گرد
ہیں ناسور سے جو داغ سینوں کے بیچ — یہ سب داغ غم ان حسینوں کے ہیں
نہ لیلیٰ نہ مجنوں ہیں زیر فلک — مگر نوحہ خواں عشق ہے اب تلک
وہ جو اوج میں رشک افلاک تھے — وہ گرتے ہی اک تودۂ خاک تھے
جو مشہور تھے گنج میں زور میں — نہیں ہڈیاں ان کی اب گور میں
مکیں وہ نہیں وہ مکاں بھی نہیں — بہت ناموں کے نشاں بھی نہیں

مگر ہاں جو مل جائے انجام نیک
حیات ابد ہے یہی نام نیک

بینظیر

جلد ۲

۴۰ - یاد ویرانہ

پڑا ہے آج جو یہ بے مکیں ویرانہ — بنا دیا ہے جسے بیکسی نے غمخانہ
کسی زمانہ میں عیش و طرب کا یہ گھر تھا — چہل پہل تھی غضب کی غضب کا یہ گھر تھا

اگرچہ اب نہ رہا بام و در کا وہ نقشہ — مگر مجھے نہیں بھولا ہے گھر کا وہ نقشہ
یہاں تھا صحن، وہاں سائباں، ادھر دالان — ادھر کو آہ تھی اک کوٹھری رفیع الشان جلد۲
ادھر کو وہ مری خلوت تھی آہ خوش منظر — پرانے تاڑ یہ آتے تھے جس جگہ سے نظر
میں گرمیوں میں یہاں آہ شام کو اکثر — تھا لیٹتا کبھی ہلکی سی اک مسہری پر
وہ چھوٹی چڑیوں کا کنگنی پہ تیری اے دیوار — چہک چہک کے ہم آہنگیوں سے گانا ملار
وہ لاڈلی مری بچپن کی فاختہ ہے کدھر — تھا آشیانہ کبھی آہ جس کا کوٹھے پر
غضب کی درد بھری جس کی تھی کبھی "کوکو" — تھی دوپہر کو جو سرگرمِ نالۂ "یاہو"
گذر گئی ہو نہ جی سے اجل نصیب کہیں — کہ اب نظر نہیں آتی مجھے غریب کہیں

میں کاش اس کے پر و بال کا نشاں پاتا
تو پاس رکھ کے دلِ غمزدہ کو بہلاتا

یہاں یہ آہ! وہ دالان تھا جو خوش منظر — میں گرمیوں میں جہاں محوِ خواب تھا اکثر
اسی کی اک یہ شکستہ ہے رہ گئی دیوار — اسی کی ہائے! یہ خستہ ہے رہ گئی دیوار
یہیں تو راتوں کو جلتے تھے خوشنما فانوس — یہیں بلور کے روشن تھے جا بجا فانوس
یہیں کے فرش پہ میں لوٹتا تھا بچپن میں — کہ چاندنی میں یہیں کھیلتا تھا آنگن میں
خوشی برستی تھی دیوار تیرے منظر سے — کہ تجھ کو آہ محبت تھی میرے گھر بھر سے

مری رفیق تھی اور میری ہمخیال تھی تو — کہ رنج و عیش میں میری شریکِ حال تھی تو
پڑا تھا ان دنوں ساون میں جب مرا بھائی — اُداسی چہرے پہ گھر بھر کے غم میں تھی چھائی
پڑا ہوا تھا میں اک کھری چارپائی پہ — مُلول و خستہ و ماتم زدہ لپیٹے سر
تو غمزدہ سی تھی اُس وقت تو بھی اے دیوار — اُداس مجھکو نظر آتے تھے ترے رخسار
جگر خراش فسانہ وہ یاد ہے اگلا — کہ گرمیوں کا زمانہ وہ یاد ہے اگلا
وہ چلچلاتی ہوئی دھوپ جیٹھ کی وہ سموم — وہ دل ملول وہ چہرہ فسردہ و مغموم

تھمے رہے مجھے جب گرمیوں کے دن گزار
تو ہو رہی تھی پریشاں تو بھی اے دیوار

کدھر ہے آہ وہ عہدِ گزشتہ اے دیوار — گزر گئے مرے طفلی کے گیا وہ لیل و نہار
وہ کم سنی کا زمانہ نہ آئے گا پھر کیا — وہ دن نہ مجھکو زمانہ دکھائے گا پھر کیا
ملے تھے مجھکو جو طفلی کے آہ وہ دن چار — وہ گزرے گود میں تیرے ہی اے مری غمخوار
تجھی نے مجھکو سکھائے خرام کے انداز — تجھی نے مجھکو بتائے خرام کے انداز
وہ چھوڑ دینا لڑکپن میں مجھکو دایہ کا — ترے سہارے سے چلنا وہ سیکھنا میرا
وفا کے اگلے وہ پیمان یاد ہیں تیرے — مربیہ مجھے احسان یاد ہیں تیرے
مچل کے جب کسی شئے پہ میں رو پڑا تھا — کسی کی گود میں جب آہ میں نہ آتا تھا

تو تجھ سے لگ گئی میں ہو جاتا تھا گھر ادیوار — ملا کے تجھ سے میں روتا تھا غمزدہ رخسار
اداس دیکھ کے مجھ کو گلے سے لپٹا کر — لگا کے سینے سے۔ آنسو تھی پونچھتی اکثر حلیمہ
نہیں ہوں آہ لڑکپن کی وہ ادا بھولا — میں جب بڑا ہوا اور گیند کھیلنا سیکھا
مرے رفیق نہ جب کھیلنے کو آتے تھے — نکل کے گھر سے کہیں اور بن نہ جاتے تھے
برستی ہوتی تھی جب گھر میں مینھ کی بوچھاڑ — تو کھیلتا تھا میں اس وقت تجھ سے اے دیوار
تجھے میں گیند تھا دیتا مجھے تو دیتی تھی
بلائیں دور سے ہو کر نثار لیتی تھی

بجا ہے آہ یہ میرا خیال کیا دیوار — کہ تو مجھے بھی نہ بھولی ہو اے مری غمخوار
مگر یقین مرے دل کو آہ کیوں کر ہو — کہ میری یاد کا بھی نقش تیرے دل پہ ہو
خدا کرے تجھے اے کاش تو نہ بھولی ہو — مجھے بھی آہ تری آرزو نہ بھولی ہو
اگرچہ دور رہا تجھ سے میں فراق نصیب — اگرچہ پاس سے تیرے بچھڑ گیا میں غریب
گزر گئے تری فرقت میں آہ کتنے سال — رہا میں وادیِ غربت میں آہ کتنے سال
میں گو رہین ستمہائے روزگار رہا — ترے خیال سے غافل نہ زینہار رہا
زمانہ یاد لڑکپن کا جب کبھی آیا — ترا خیال وہیں بن کے بیکسی آیا
تھا اتفاق کہ تیرے قریب آ نکلا — ادھر کو بھول کے میں غم نصیب آ نکلا

نصیب پھر ترا دیدار دیکھیے کب ہو ادھر گو عزم دلِ زار دیکھیے کب ہو
جدا میں ہوتا ہوں تجھ سے ترا خدا حافظ
نکلتی ہے مرے دل سے دعا خدا حافظ

سرور جہان آبادی

۴۱- محفلِ برہم

محفل برخاست ہے، پتنگے رخصت شمعوں سے ہو رہے ہیں
ہے کوچ کا وقت آسماں پر تارے کہیں نام کو رہے ہیں
اُن کی بھی نمود ہے کوئی دم وہ بھی نہ رہیں گے جو رہے ہیں
دُنیا کا یہ رنگ اور ہم کو کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں
اربابِ کمال چل بسے سب
تو ہیں کہیں ایک دو رہے ہیں

امیر

جلد ۴

۴۲۔ عبرت

دیکھیں پروانے کو دعووں پہ اُبھرنے والے
عشق اسے کہتے ہیں یوں مرتے ہیں مرنے والے

نہ رہا یاد انھیں کیا اثرِ فصلِ خزاں
کیوں جوانانِ چمن پھر ہیں سنورنے والے

تیز رفتار نہ ہو اس قدر اے موجِ صبا
تجھ میں کچھ قطرے ہوا سے ہیں اُبھرنے والے

اکبر الہ آبادی

۴۳۔ موت

اے موت بحر و بر پہ ہے سکّہ رواں ترا
ظالم ہے مطیع حکم ہے سارا جہاں ترا
راہِ جفا پہ کوئی نہیں ہم عناں ترا
توسن رواں ہے صورتِ برقِ تپاں ترا
کچھ کچھ شریکِ جور ہے گو آسماں ترا
لیکن وہ دوں خصال بھی ثانی کہاں ترا
تو پھول توڑ لیتی ہے اس کے چمن سے بھی
ہر صبح ہے رُخِ مہ و انجم پہ مُردنی

ماتم کدہ یہ دہر جو ہے تیرے دم سے ہے ویراں ہر ایک شہر جو ہے تیرے دم سے ہے
جلد۲
دریائے غم میں لہر جو ہے تیرے دم سے ہے نالوں میں لہر بہر جو ہے تیرے دم سے ہے
امرت جہاں میں زہر جو ہے تیرے دم سے ہے جینا خدا کا قہر جو ہے تیرے دم سے ہے

جو دل ہے تیرے داغ سے یاں لالہ زار ہے
ماہی سے ماہ تک جو ہے سو داغدار ہے

مارا کسی غریب کو تو نے وطن سے دور ماں باپ سے بہت پرے بھائی بہن سے دور
لاشہ کوئی پڑا ہے مزار و کفن سے دور دستِ صدائے شیون و شورِ محن سے دور
پھولوں کی آہ نازبھری انجمن سے دور گھونٹا گلا ہزار کا صحنِ چمن سے دور

گھیرا کسی کو ورطۂ دریا کے درمیان
پھانسا کسی کو دامنِ صحرا کے درمیان

تو جس کا بچہ لے گئی اُس ماں کا حال دیکھ جاری ہیں اشک گرچہ ہوئی ماہ و سال دیکھ
اے موت دیکھ طولِ زبانِ ملال دیکھ اب تک اٹی ہیں گرد سے سب کی بال دیکھ
ایسی بھی غمزدوں کی کہیں ہے مثال دیکھ ہر وقت رونے دھونے سے آنکھیں ہیں لال دیکھ

نورِ نظر کے غم میں یہ اتنا جو روئے گی
آنکھیں تو خیر جان کو اک روز کھوئے گی

جلد ۱۴

اے موت آہ تیرے ستائے ہوئے یتیم نقشِ غلط کی طرح مٹائے ہوئے یتیم
وہ سیلِ اشکِ خوں میں بہائے ہوئے یتیم سوزِ غمِ نہاں کے جلائے ہوئے یتیم
دوشِ پدر سے خاک پہ آئے ہوئے یتیم گودی سے ماں کی آہ چھڑائے ہوئے یتیم
روتے ہیں اور دیتے ہیں رو رو دعا تجھے
ان کو رلا کے موت بھلا کیا ملا تجھے

عاشق کو آ کے حسن کا جلوہ دکھا گئی دل آ گیا کسی پہ تو بس موت آ گئی
پروانے کے شکار کو شمعیں جلا گئی گل بہرِ عندلیب چمن میں کھلا گئی
جھونکوں میں جب سموم کے ظالم سما گئی دم میں چراغِ ہستیِ گل کو بجھا گئی
صیاد بن کے مرغِ چمن زاد پر گری
اور برق ہو کے خانۂ صیاد پر گری

اے موت مت ڈرا مجھے مجھ کو فنا نہیں جلنے کا مجھ پہ نام کو جادو ترا نہیں
کچھ ابتدا نہیں ہے مری انتہا نہیں میں وہ ہوں مجھ سے چھیڑ کی لینا بجا نہیں
تیری رسائی جسم سے آگے ذرا نہیں ہاں جسم تیرا مال ہے بیشک مرا نہیں
شمشان تیری آگ مجھے کب جلا سکے
آغوشِ قبر تو مجھے کیوں کر دبا سکے

محروم

جلد ۴

۴۴۔ آنی جانی

عدم سے بشر آئے گا ایک دن زمانہ کہے گا اُسے نیک دن
لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی کے دن محبت کے دن بے گناہی کے دن

خوشی ان دنوں نور برسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش کرنے شباب رہے گا خیالِ شراب و کباب
کبھی جوشِ مستی کبھی نوشِ خواب نہ فکرِ ثواب و نہ خوفِ عذاب

گھٹا دل پہ پندار کی چھائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

سپاہی جواں مرد کہلائیگا لڑائی میں زخمِ گراں کھائیگا
غش آئے گا سیروں لہو جائیگا کراہے گا تڑپے گا چلّائیگا

قضا بوند پانی کو ترسائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام

جلد ۴

رہے گو نہ شہرت بھی اس کی مدام — کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام

یہ شہرت نیا رنگ چمکائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

زمانہ کرے گا جواں کو ادھیڑ — توانائی کا ہوگا پژمردہ پیڑ
لگائے گا اسپ جوانی کو ایڑ — نقاہت کرے گی قواؤں سے چھیڑ

طبیعت اس آفت سے گھبرائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گذر جائیگی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب — نہ ہوگی دلیری۔ نہ ہوگا شباب
ضعیفی کرے گی کل اعضا خراب — یہاں تک کہ جینا بھی ہوگا عذاب

اجل چیل سی سر پہ منڈلائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائیگی

مرض موت کا جب اٹھائے گا سر — دوا کر کے ہاریں گے کل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سر بسر — بن آئے گی بیمار کی جان پر

بڑی سختیاں نزع دکھلائیگی
مگر یہ گھڑی بھی گذر جائیگی

طالب بنارسی

جلد۴

۴۵۔ مثالِ زندگی

تارا فلک سے جیسے گرے کوئی ٹوٹ کر
اور گرتے ہی نظر سے ہو غائب زمین پر

یا جیسے گرم سرعتِ پرواز ہو عقاب
یا موسمِ بہار کا اُٹھتا ہوا شباب

یا جیسے گل پہ صبح کو شبنم ہو قطرہ ریز
یا جیسے بادِ تند ہو طوفاں میں موج خیز

یا جیسے سطحِ آب پہ اُبھرے کوئی حباب
یونہی بشر ہے دہر میں تصویرِ انقلاب

آیا ادھر نسیم کا جھونکا اُدھر نہ تھا
پانی میں بلبلا ادھر اُبھرا اُدھر نہ تھا

شبنم اُڑی نظر جو پڑی آفتاب کی
پرواز تھی نہ چشم زدن میں عقاب کی

آئی خزاں تو موسمِ گُل کا نشاں نہ تھا
تارا گرا تو گر کے تجلّی فشاں نہ تھا

آئی قضا تو وہ وجودِ بشر نہ تھی
تھی اک طلسمِ ہستی بودِ بشر نہ تھی

جلد ۲ شاد بجوا‎ڑیہ

۴۶۔ موت کی گھڑی

موسمِ خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ فشاں
پھول مُرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہے خزاں
صبح ہوتی ہے تو ہوتے ہیں ستارے پنہاں
لیکن اے موت مقرر ہے ترا وقت کہاں

دن کو ہوتا ہے غمِ دہر سے ہر ایک کو کام
دوست مل جائیں بہم آتی ہے اس واسطے شام
رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو میسر آرام
لیکن اے موت ترے آنے کے ہیں وقت تمام

جلد ۴

ہم کو معلوم ہے کب بدر کو ہوتا ہے ہلال
اُڑ کے کب جائیں گے مرغانِ ہوا سوئے شمال
کب خزاں آ کے گلستاں کو کرے گی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجے ترا استقبال

کیا وہ موسم ہے ترا جب کہ بہار آتی ہے
اور صبا حسنِ گُلِ تر کو نکھار آتی ہے
یا خزاں باغ میں جب لے کے غبار آتی ہے
نہیں ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے

تو وہاں بھی ہے جہاں ملتے ہیں دو سینہ فگار
دُکھڑے رونے کے لیے بیٹھ کے زیرِ اشجار
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہاں رزم میں جوہر تلوار

بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت تیری
ہم جہاں جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

شاکر میرٹھی

۴۷۔ نزع

نزع کا وقت بُرا وقت ہے خالق کی پناہ
ہے وہ ساعت کہ قیامت سے سوا ہوتی ہے

روح تو ایک طرف ہوتی ہے رخصت تن سے
آرزو ایک طرف دل سے جُدا ہوتی ہے

جسم تو خاک میں ملجاتے ہوئے دیکھتے ہیں
روح کیا جانے کدھر جاتی ہے کیا ہوتی ہے

اکبر

۴۸۔ دم واپسیں

آہ کیسا ہے وقت درد انگیز
کیسا نظارہ ہے یہ رقت خیز

اُف ہے کیسا یہ دلخراش سماں
عالم نزع میں ہے ایک جواں

اک طرف دوست آشنا ہیں کھڑے
اک طرف غم میں اقربا ہیں کھڑے

جلد ۴

اک عجب خامشی کا عالم ہے — جس کو دیکھو وہ چشم پرنم ہے
کوئی فکرِ دوا میں ہے مصروف — کوئی دل سے دعا میں ہے مصروف

سرنگوں اک طرف طبیب کھڑے
سب ہیں بیمار کے قریب کھڑے

آہ اب اس مریض کی حالت — ہوگئی اور بھی ردی حالت
رخ کی رنگت بھی اب بدلنے لگی — نبض بھی اتنو سست چلنے لگی
اور حالت بگڑ گئی دیکھو — سانس بھی اب اُکھڑ گئی دیکھو
کھلتی ہے اب زباں بھی وقت سے — دیکھو آنکھیں بھی لگ گئیں چھت سے
ایک بچی بھی ہے قریب کھڑی — متحیّر وہ بدنصیب کھڑی
دیکھ کر سب کے منہ پہ رنج و ملال — کچھ نہ سمجھی کہ کیا ہے باپ کا حال

دیکھا جب سب کو چپ کھڑے ہیں اداس
دوڑی اندر گئی وہ ماں کے پاس

غمزدہ ماں بھی سر جھکائے ہوئے — اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے
کیسی حالت بنائے بیٹھی ہے — لو خدا سے لگائے بیٹھی ہے
آہ معصوم بچی نے جا کر — کر دیا ماں کا اور ٹکڑے جگر

جلد۴

۱ گود میں جا کے پہلے بیٹھ گئی پھر حمیٹ کر گلے سے یہ بولی
آپ چُپ چاپ کیوں ہیں بیٹھی یہاں کس لیے رو رہی ہو اماں جاں
ابّا کمرے چپ پڑے ہیں کیوں لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہیں کیوں
اور بھی لوگ آتے جاتے ہیں میرے ابّا کو کیوں ستاتے ہیں
چلکے کمرے میں سب کو منع کرو نیند آتی ہے شاید ابّا کو
اُس کی اس بھولی بھولی باتوں نے ق دل ہلا دینے والی باتوں نے
کیا کیا ہائے ماں کے دل پہ اثر کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے جگر
دل میں سمجھی کہ اب ہی حالت غیر چیخ اُٹھی کہ ہوا الٰہی خیر

حال اب کیا کروں رقم آگے
اب تو چلتا نہیں قلم آگے

انجم

۴۹ پیام مرگ

جب یہ دنیا کی دوا اور دعا صرف ہوئی اس کی صحت کا نہ پہلو کسی عنوان نکلا
سوء تقدیر سے تدبیر بگڑتی ہی گئی جس کو کہتے تھے مرض موت کا ساماں نکلا

تپ وہ تپ خلق میں پیدا نہیں جس تپ کی دوا — درد وہ درد نہ جس درد کا درماں نکلا
دل شکن حوصلہ فرسا تھا وہ ہنگام کہ جب — دیکھ کر نبض مسیحا بھی پریشاں نکلا

بے بسی چارہ گروں کی تھی عجب درد فزا
آس سے یاس ہوئی یاس سے حرماں نکلا

بستر خاکِ لحد پر تو ملی چین کی نیند — تجھ پہ قربان کھوا تو یہ ارماں نکلا
خواب راحت سے اٹھو آؤ کوئی بات کرو — کھو گیا ماحصل ہستیِ امکاں نکلا
راز کچھ عالم بالا کے بھی معلوم ہوئے — کچھ پتہ ہستی مابعد کا اے جاں نکلا
دیکھو سو مرتبہ تاراج خزاں ہو ہو کر — پھول پھر نکلے ہیں پھر سبزۂ بستاں نکلا

تم کہاں جا کے چھپے ہو کہ نکلتے ہی نہیں
چھپ کے سو مرتبہ پھر مہرِ درخشاں نکلا

اعجاز

۵۰- مرثیۂ فرزند

رکھا ترے دامن میں ہی کیسے گلِ تر کو — رکھ آنکھ میں اے قبر مرے نورِ نظر کو
ہے آگ لگی آگ لگی اس کے اثر کو — جاتا ہی کہاں نالۂ دل پھونک کے گھر کو

جلد۴

پہلو میں ہماری غضب اک پھانس چبھی ہی
رہ رہ کے بڑھاتی ہی وہی درد جگر کو

یکساں ہی مرے گھر میں شب و روز کا عالم
پھرتے ہیں مہ و مہر لیے شام و سحر کو

جب خاک سے بچتے نہیں پروردۂ دامن
کیا لے کے کریں لالۂ وگل لال و گہر کو

شب گور غریباں میں بسر کرتے ہیں ای موت
ہم شام کو جاتے ہیں آتے ہیں سحر کو

مقبول دعائیں نہیں ہوتیں نہیں ہوتیں
قسمت میں ترسنا ہی ترستے ہیں اثر کو

گریاں ہیں ریاض آپ غمِ مرگ میں کس کے
درپیش یہی راہ ہے ہر فرد بشر کو

ریاض

۵۱۔ جنازۂ پسر

کدھر چلے مرے لختِ جگر کو لے کے عزیز
کہاں یہ دفن کی اس نوجوان کی کی تجویز

کسی کو بھی نہیں افسوس نیک و بد کی تمیز
ملانے خاک میں جاتا ہی کوئی ایسی چیز

گئی جو ہاتھ سے نعمت تو قدر نعمت کیا
مگر خود اس کے مٹانے میں ایسی عجلت کیا

تھمو تھمو کہ اس اجڑی مکان کا تھا یہ چراغ
بہار پر تھا اسی نونہال سے یہ باغ

ہُوگا اب مجھے حاصل کبھی جہاں میں فراغ
تمام عمر دلِ ناتواں ہے اور یہ داغ

جلد۴

فغانِ بلبل جان دل کے پار ہوتی ہے
نظر کے باغ سے رخصت بہار ہوتی ہے

اُسی کی ذات سے تھی بزمِ آرزو روشن   یہی تھا اپنے چراغِ امید میں روغن
اسی سے خانۂ دل میں تھا جلوۂ ایمن   یہی جمال تھا اس آئینہ میں عکس فگن

اسی کے نور کی لو قلب کے چراغ میں تھی
یہی تھی روح یہی راح اس ایاغ میں تھی

ہزار ناز سے اِس لختِ دل کو پالا تھا   کبھی نہ دھوپ میں باہر اسے نکالا تھا
اسی سے خانۂ تاریک میں اُجالا تھا   قمر تھا یہ تو نظر اس قمر کا ہالا تھا

مجھے بھی دفن کرو اس کے ساتھ تربت میں
یہ کس طرح سے اکیلا رہے گا غربت میں

نظرؔ

۵۲- انجامِ غم

دن رات کی یہ بے چینی ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے
آثار بُرے ہیں فرقت میں معلوم نہیں کیا ہونا ہے

کیوں پست ہوئی ہے ہمتِ دل کیوں رک رہی ہے پابوسی
کوشش تو ہم اپنی سی کریں، ہوگا تو وہی جو ہونا ہے
دنیا کے یہ سب ہنگامے تھے، خلق ایک طرف آپ ایک طرف
اب شہر خموشاں عالم ہو، مٹی ہے لحد کا کونا ہے

اکبر

جلد ۴

۵۳- کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار

(ویربھان ایک نہایت ہونہار لڑکا دس بارہ سال کی عمر چوتھی جماعت میں پڑھتا تھا چیچک نکلی اور عین امتحان کے دن ملکِ بقا کو روانہ ہوا)

آ جلد پہنچ مدرسے اے ویربھان آج
تجھکو خبر نہیں ہے کہ ہے امتحان آج

ہیں آئے بیٹھے کب سے ترے ہم سبق یہاں
آنا بھی تھا سویرے کہ ہے روزِ امتحان

اتنی تو دیر کرنے کی عادت نہ تھی تجھے
کچھ غیر حاضری سے محبت نہ تھی تجھے

تو سب سے پہلے، روز پہنچتا تھا مدرسے
کیوں گھر پہ آج رہ گیا کیا ہو گیا تجھے

کھولی نہیں ہے کیا ابھی خوابِ سحر سے آنکھ
سورج دکھا رہا ہے مری جاں دھر سے آنکھ

اُٹھ آنے والی رات پہ غفلت کو ٹال تو
اب مدرسے کا وقت ہے چرز اس سنبھال تو

اے ویربھان آج تو بے طور نیند ہے تجھکو عبث جگاتے ہیں یہ اور نیند ہے
افسوس تو تو اور ہی خواب گراں میں ہے ہے روح اُس جہان میں جسم اس جہان میں ہے جلد۴
چیچک نے آہ تجھکو پیامِ قضا دیا ہم کس طرح جگائیں اجل نے سُلا دیا

گھڑیال کی صدا بھی نہ تجھکو جگا سکی
بانگِ طیورِ صبح نہ کچھ کام آسکی

کیسی گھڑی میں آہ تجھے آئی سیتلا اے کاش کرتی رحم بھی کچھ مائی سیتلا
یوں ناشگفتہ غنچے کو ئی توڑتا نہیں گلچینِ مرگ آہ، مگر چھوڑتا نہیں
ہے ہی عذاب موت کا ننھی سی جان پر دیکھے سے جس کے پھٹتا ہی ماں باپ کا جگر
اُمید بھی ہے یاس کی زخمِ نہاں بھی ہے مصروف چارہ سازی بھی ہیں نوحہ خواں بھی ہیں
تقدیر اُلٹ گئی کہ دوا میں اثر نہیں افسوس اب علاج کوئی کارگر نہیں
بیٹھی ہی موت تاک میں بچے پہ وار ہے اب کیا رہا کہ تیر کلیجے کے پار ہے

اب تک بھی ہے یہ وہم کہ روٹھا ہوا نہ ہو
شانہ ہلا رہے ہیں کہ سویا ہوا نہ ہو

پر بولنا محال ہی اب ویربھان کا واقف نہیں رہا وہ ہمارے جہان کا
پڑھکر یہاں خموشیِ جاوید کا سبق ہے دیکھتا کتابِ بقا کا ورق ورق

جلد۴

ننھے سے دل میں آہ وہ طوفانِ ذوقِ علم　　پہلو میں لے گیا ہے تو ارمانِ ذوقِ علم
وہ دلفزا امیدیں وہ بچپن کے ولولے　　تیرے یہ غمگسار ترے ساتھ اُٹھ چلے
اے آہ بچپنے کی وہ معصوم حسرتیں　　معدوم ہو گئیں تری موہوم حسرتیں
طے ہو گئیں وہ تیری خیالی ترقیاں
وہ عمر کے مدارجِ عالی ترقیاں

وہ بھولی بھالی شکل ہے آنکھوں کے روبرو　　گھر بھر میں پھر رہی ہے وہ تصویر ہو بہو
اُبھرا ہوا وہ ماتھا وہ آنکھیں غزال سی　　اور ان پہ ابروؤں کی سجاوٹ ہلال سی
آیا ہوا لبوں پہ تبسم ذرا ذرا　　وہ توتلی زبان کا تکلم ذرا ذرا
بچپن کی شوخیاں وہ ادب سے رُکی ہوئیں　　ہر وقت وہ کتاب پہ آنکھیں جھکی ہوئیں
ہائے وہ تیری ظاہر و باطن کی خوبیاں　　بچے نہیں وہ ہوتے ہیں یہ جن کی خوبیاں
ہونا ہی تھا جدا کہ ہمیں تجھ سے پیار تھا
مرنا ہی تھا تجھے کہ بہت ہونہار تھا

محروم

جلد۴

۵۴۔ کلیجے کا داغ

زینہ نہ بام عرش کا اتنا بلند تھا   میری دعا کو باب اجابت ہی بند تھا
تیر اجل کو آہ نہ درماں پسند تھا   اچھا ہوا کسی سے نہ وہ درمند تھا

دھڑکن گئی نہ دل کی نہ درد جگر گیا
بالیں سے نا امید تری چارہ گر گیا

وہ آہ تیری چاند سی صورت کدھر گئی   آنکھوں کا نور رخ کی صباحت کدھر گئی
ہونٹوں کی لال لال وہ رنگت کدھر گئی   بچپن کی مسکرانے کی عادت کدھر گئی

ہونٹوں پہ اب ہنسی ہے نہ جنبش زبان کو
کیا جانے کیا ہوا مری ننھی سی جان کو

چہرے سے آہ یوں ہی صباحت اڑی ہوئی   جیسے خزاں میں پھول سے نکہت اڑی ہوئی
دل سرد جسم سے ہی حرارت اڑی ہوئی   رخ سے گلاب کی سی ہی رنگت اڑی ہوئی

آنکھیں کنول سی ہیں وہ چہرہ ہے پھول سا
لوگو ہے آج کچھ مرا ننھا ملول سا

جلد۲

پنہاں اجل کا دستِ ستم آستیں میں ہے	مجھکو خبر نہ تھی کہ یہ ظالم کمیں میں ہے
آنکھوں میں نور ہے نہ صباحت جبیں میں ہے	قالب یہاں ہے روح بہشت بریں میں ہے

زانو پہ سو گیا مرے، سر رکھکے آہ تو
کھولے گا آنکھ کب مرے نورِ نگاہ تو

گو مجھسے اب نگاہ نہیں آشنا تری	مجھکو مگر ہے آہ وہی مامتا تری
اگلی سی وہ اگرچہ نہیں ہے ادا تری	اس غم میں بھی شبیہ ہے تسکیں فزا تری

تو کوئی دم میں خاک کا پیوند ہی سہی
بوسے تو لے رہی ہوں ہیں لب بند ہی سہی

صبر و سکوں کا کر نہ سفینہ تباہ تو	ماں کا سمجھ کے توڑ دلِ دادخواہ تو
بے نور آنکھ ہے مری نورِ نگاہ تو	یعنی ہے مجھ غریب کا روزِ سیاہ تو

میں نے سمجھ کے خاک کا پتلا زمین کو
حافظ خدا ترا، تجھے سونپا زمین کو

ایذا سے جانِ زار جو کاہش طلب رہی	دن بھر لسیر کی یاد میں میں مضطرب رہی
جب نصف شب گزر گئی اور نصف شب رہی	دل میں نہ آہ، طاقتِ رنج و تعب رہی

نیند آگئی تو طرفہ تماشا نظر پڑا
اک کنج پُر فضا لبِ دریا نظر پڑا

جلد۴

پچھلے پہر کا وقت تھا جاں بخش تھی ہوا — اور میرے ساتھ تھا مرا ننھا ٹہل رہا
صورت تھی پیاری پیاری وہ معصوم دلربا — اک پھول تھا گلاب کا گویا کھلا ہوا

پھولوں کی بو سے بادِ صبا عطر بیز تھی
سر پر شعاع نور کی اک جلوہ ریز تھی

چہرے پہ نور کی جو کرن تھی چمک رہی — تھی گورے گورے گالوں پہ سُرخی جھلک رہی
وقتِ خرام ناز کمر تھی لچک رہی — شبنم ادھر گلاب تھی رُخ پر چھڑک رہی

رُخ پر جو چاندنی نے اُجالا تھا کر دیا
مکھڑے کا اور حُسن دوبالا تھا کر دیا

کہتا تھا مُسکرا کے مجھے یوں دکھا کے پھول — کس رنگ کے یہ گُل ہیں ہیں کس ادا کے پھول
کلیاں گلاب کی ہیں یہ موتیا کے پھول — دلکش عجب ہیں اِس چمنِ دلکشا کے پھول

دنیا کی ہی ہوا انھیں چھو بھی نہیں گئی
اُڑ کر ہی ان کی خلد سے بو بھی نہیں گئی

اس کنجِ دلنشیں کی ہی آب وہوا پسند
دنیا کی اب نہیں مجھے امّاں ادا پسند
ہو جس کو خلد کا چمن دلکشا پسند
کانٹوں کو دہر کے وہ کرے آہ کیا پسند

دنیا سے آہ اب مجھے دلبستگی نہیں
میں شاد ہوں کہ مجھکو غمِ خستگی نہیں

میں جانتا ہوں ضبط کی عادت ہی کم تمھیں
برسوں رُلائیگا مرے مرنے کا غم تمھیں
ڈھارس بندھاؤ دل کو عبث ہی الم تمھیں
رونا نہ اب مجھے مرے سر کی قسم تمھیں

اشکوں سے میرے غم میں نہ آنکھوں کو تر کرو
دنیا میں کچھ دنوں خوش و ناخوش بسر کرو

سرور جہاں آبادی

۵۵۔ آغاز و انجام

سب پھول تھے ایک ہی شجر کے
گویا تھے چراغ سارے گھر کے
وہ ایک ہی جگہ پلے تھے
اور حُسن کے ساتھ بڑھ رہے تھے
کیا وقت وہ تھا جو سب بہم تھے
عنقا الم و ملال و غم تھے
سب خوش تھے عجب دلوں کو کل تھی
ان کے دم سے چہل پہل تھی

ماں عاشقِ زار اور شیدا — ہر شب یہ دستور تھا اُس کا
کس پیار سے سوتے ہیں وہ جھک کے — بوسے لیتی تھی میٹھے میٹھے جلد۴
رہتے تھے نظر کے سامنے سب — پروانہ تھی سب یہ دن ہو یا شب
ہر چند وہ پھول بے کھلے تھے — کیا کچھ نہیں ماں کے حوصلے تھے
قبروں میں ہیں ہائے اب وہ تنہا — حائل ہیں پہاڑ اور دریا
اس پانی میں ایک کی ہے تربت — جس کی ہے بہت سیاہ رنگت
ہے ایک کی خوابگاہ اے وا — جنگل سنسان امرکہ کا

سنتا ہوں غریب کی لحد پر
ہے سایہ کیے ہوئے صنوبر

اس بحر میں ڈوبا اک اکیلا — پانی جس کا ہے خوب نیلا
اس جا سوتا ہی تہ کے اندر — جس جا سے نکالتے ہیں گوہر

آبی تربت یہ اس کے اصلا
اب کوئی نہیں ہے رونے والا

اسپین میں ایک سو رہا ہے — اس قبر پہ تاک رو رہا ہے
شمشیر زنی ز بس رہی واں — ندی اک خون کی بہی واں

رایت کو لیے تھا کس ہنر سے		باندھے مضبوط تھا کمر سے

دشمن کہیں چھین کر نہ لیجائیں
اُلٹی نہ اسے شکست دیجائیں

اک ان میں سے دفن اب وہاں ہے		نندی کا بڑا شجر جہاں ہے
ہلکے ہلکے ہوا کے جھونکے		ملکر شاخوں سے پھنگیوں سے
برساتے ہیں پتیاں وہ اتنی		چادر بن جائے ایک لحد کی
جا کر وہ اٹالیہ مری ہے		پھولوں کی جہاں بہار بھی ہے
گھر بھر میں وہی تو اک حسین تھی		پیاری صورت تھی نازنین تھی

سوتے ہیں الگ الگ وہ دلبر
جس جا جنھیں لے گیا مقدر

وہ میٹھے سروں میں ان کا گانا		گا گا کے ہر اک کا دل لبھانا
ہر وقت ہنسی تھی قہقہے تھے		آپس میں مذاق چہچہے تھے

افسوس کہ اب وہی نہاں ہیں
اے موت بتا کہ سب کہاں ہیں

اے موت غضب کا سامنا تھا		ہوتا اندھیر ہائے کیسا

برباد یہ ساری زندگی تھی مٹّی تھی خراب پھر وفا کی
ہوتا جو نہ حشر کا سہارا
ملنے کا طریق اور کیا تھا

(ترجمہ از انگریزی) سید علی سجاد دہلوی

۵۶- خوابِ راحت

پھول ہی پھول اس پہ برساؤ آنکھ سے اشکِ خون نہ ٹپکاؤ
پھول ہی پھول اس پہ برساؤ ذکر گور و کفن کا مت لاؤ
خواب راحت میں یہ تو سوتی ہے
نیند یہ کب نصیب ہوتی ہے

اعجاز

۵۷- صبر

ماں باپ منہ ہی دیکھتے تھے جن کا ہر گھڑی قایم تھیں جن کے دم سے امیدیں بڑی بڑی
دامن پہ جن کے گرد بھی اُڑ کر نہیں پڑی ماری ہے جن کو خواب میں بھی پھول کی چھڑی

محروم جب وہ گل ہوئے رنگ حیات سے
اُن کو جلا کے خاک کیا اپنے ہاتھ سے

کہتے تھے لوگ دیکھ کے ماں باپ کا ملال — ان بیکسوں کی جان کا بچنا ہے اب محال
ہے کبریا کی شان گزرتے ہی ماہ و سال — خود دل سے درد ہجر کا مٹتا گیا خیال

ہاں کچھ دنوں تو نوحہ و ماتم ہوا کیا
آخر کو رو کے بیٹھ گئے اور کیا کیا

چکبست

۵۰۔ ماں کو نزع میں بچی کا دھیان

(یہ دونوں جگردوز نظمیں خود جناب محروم کی اہلیہ آنجہانی کے انتقال پُرملال کی یادگار ہیں۔ وِدّیا طول عمرہا ان کی ننھی بچی ہے جس کو ماں نے خُردسال چھوڑا)

چلی ہوں چھوڑ کے بے پر کو آشیانے میں — کسی کا کون ہے ہمدرد اس زمانے میں
قضا کو خاک ملیگا مرے مٹانے میں — نہیں ہے عذر مجھے تو جہاں سے جانے میں

نہیں ملال کہ میرا مآل کیا ہوگا
جلد ۴
یہ فکر ہی مری ودیا کا حال کیا ہوگا

جو میری گود سے دم بھر جدا نہ ہوتی تھی جو میری آنکھ سے اوجھل ذرا نہ ہوتی تھی
ہیں اپنی بچی پہ کس دن فدا نہ ہوتی تھی جو رات آنکھوں میں کٹتی خفا نہ ہوتی تھی

ہی کون جو مری نازوں پلی کو پالے گا
کوئی تو خاک سے گوہر مرا اُٹھالے گا

محروم

۵۹- ننھی بچی ماں کی میت پر

جاگو، اسے اٹھا لو سو کر اُٹھی ہی ودیا کیوں برخلافِ عادت رو کر اُٹھی ہی ودیا
بے تاب اس طرح کیوں ہو کر اُٹھی ہی ودیا صبر و قرار شاید کھو کر اُٹھی ہے ودیا

اُس کو بھی غائبانہ معلوم ہو گیا ہی
خوابِ عدم میں تم ہو یا بخت سو گیا ہی

نظروں سے آہ کیا کیا حسرت ٹپک رہی ہے رہ رہ کے مُنہ ہمارا حیرت سے دیکھتی ہے
چہرے سے ہی نمایاں دل کی جو بیکلی ہے تیری تلاش اس کو اے مہر مادری ہے

جلد ۲

وہ گود سے ہماری آخر مچل کے نکلی
جاتی ہے کس طرف کو گھٹنوں پہ چلکے نکلی

گھٹنوں پہ چلکے نکلی بستر کے پاس پہنچی   ننھے سے آہ دل میں کچھ لیکے آس پہنچی
کیا مطمئن سنبھالے ہوش و حواس پہنچی   لیکن کچھ اس سے پہلے اے وائے یاس پہنچی

کس کو پکارتی ہے منہ سے کفن اُٹھا کر
منزل پہ ٹھنڈے ٹھنڈے پہنچی وہ لدلدا کر

جی بھر کے دیکھ لے تو منہ اپنی پیاری ماں کا   موقع نہیں ہے دیا یہ ہوں کا اور ہاں کا
مطلب نہیں سمجھتی کیا تو مری فغاں کا   ٹوٹا ہے ہاتھ تجھ پر بیداد آسماں کا

اب مانگتی ہے دیا غوں غاں کی داد کس سے
کرتی ہے بھولے بھالے دل کو تو شاد کس سے

ان سرد چھاتیوں میں کیا شیر ڈھونڈتی ہے   پتھر میں موم کی تو تاثیر ڈھونڈتی ہے
اب شمع کشتہ میں کیا تنویر ڈھونڈتی ہے   کیسے تسکار ہائے تقدیر ڈھونڈتی ہے

مُردے سے اپنی ماں کے یہ پیار کر رہی ہے
مجھ سخت جاں پہ یارب یہ کیا گزر رہی ہے

لو اُٹھ کے بیٹھو کہ دیا منہ ہلانے آئی ہے   تمہارے منہ سے وہ دامن اُٹھانے آئی ہے

ادائے طفلی کوئی تو دکھانے آئی ہے
کہ ہنستی آئی ہے تم کو ہنسانے آئی ہے

جلد۲

وہ چل کے آئی ہے گھٹنوں پہ تھک گئی ہوگی
تمھارے پیار سے پھر اس کو تاڑ گئی ہوگی

اٹھا بھی لو کہ بہت بے قرار ہے وہ دیا
نگاہ بھر کی اُمیدوار ہے وہ دیا
رہین سختی صد انتظار ہے وہ دیا
نہ چھوڑ جاؤ اسے شیرخوار ہے وہ دیا

پکارتی ہے تمھیں آج کس قرینے سے
اُبل کے شیر ٹپکتا نہیں ہے سینے سے

محروم

۶۰ - بن ماں کی بچّی

تھی اک پیاری اور ننھی منی سی بچّی
بہت اپنے ماں باپ کی لاڈلی تھی
مگر اس کی قسمت کا لکھا بُرا تھا
کہ بچپن ہی میں ماں سے چھٹنا بدا تھا
بہت رنج تھا اُس کو چھٹنے کا ماں سے
اُترتا نہ تھا نام ماں کا زباں سے
مگر باپ کرتا تھا یوں اس کی تسکین
کہ بیمار اماں تری ہو گئی تھیں
انھیں اک حکیم اپنے گھر لے گیا ہے
علاج اُن کا کوشش سے وہ کر رہا ہے

جب آرام ہو گا چلی آئیں گی وہ بہت جلد پھر تم سے مل جائیں گی وہ
جلد ۴ وہ بچی جو بالکل ابھی ناسمجھ تھی بھلا اس کو اس بات کی کیا سمجھ تھی
سدا پوچھتی اپنے ابا سے رو کر مری اماں آئیں گی کب اچھی ہو کر
نہیں بھیجتے ہیں حکیم اُن کو اب تک بتاؤ رہیں گی وہ گھر اُن کی کب تک
مجھے لے چلو وہ تو آتی نہیں ہیں جہاں میری اماں ہیں جاؤں وہیں میں
تھا رونے سے اُس کے پریشان گھر بھر کہ اتنے میں اک دانا بی بی نے آکر
کہا تم اگر میری اک بات مانو اور اُس کو نہ ہرگز خرافات جانو
تو رونا یہ لڑکی کا جاتا رہے گا خدا خود بخود صبر بچی کو دے گا
اسے ماں کی تربت کی مٹی دکھاؤ تو رونے کی پھر یہ نہیں. آزماؤ
کہا سب نے یہ بھی بھلا کر کے دیکھو کہ شاید اسی سے اُسے فائدہ ہو

بلا کر کہا اُس کے ابا نے اُس کو
چلو اپنی اماں کا گھر دیکھ آؤ

یہ سن کر خوشی سے نہ پھولی سمائی اسی وقت وہ قبر پہ ماں کے آئی
وہاں جا کے سنسان ویران پایا نظر اُس کو گھر کا نشاں تک نہ آیا
جو دیکھا تو ہیں ڈھیر مٹی کے ہر جا نہ اماں تھی واں اور نہ اماں کا گھر تھا

جلد ۴

لگی کہنے ابّا سے حیران ہو کر — یہاں تو نہیں ہے بنا کوئی بھی گھر
کہا باپ نے تم نہ حیران ہو اب — وہ ہے چار دیواری اس میں چلو اب
گئی جب وہ اس میں تو اک قبر دیکھی — جو گملوں سے اور پھولوں سے سج رہی تھی

کہا باپ نے رکھ کے ہاتھ اس پہ اپنا
کہ اماں تری اس میں سوتی ہے بیٹا

سُنا جب یہ لڑکی نے بے چین ہو کر — لگی ڈھونڈنے اس میں دروازہ رو کر
ملا جب نہ رستہ تو بولی یہ رو کر — مری اماں بیٹھی ہیں کیوں بند ہو کر
کہا باپ نے پیاری اس میں نہ جانا — جو کہنا ہے باہر ہی سے کہہ سُنانا
نہیں میری پیاری کوئی اس میں جاتا — نہیں کوئی سوتوں کو بیٹی جگاتا

یہ سن کر وہ بے تاب اس طرح بولی
جگاتی ہوں میں دیکھو اماں کو اپنی

یہ کہہ کر پکاری اُٹھو پیاری اماں — مرے ساتھ گھر کو چلو پیاری اماں
یہ ہے کوٹھری کیسی سوتی ہو جس میں — نہ دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اس میں
میں کیوں کر بھلا اس میں آؤں بتاؤ — تمھیں پیاری اماں مرے پاس آؤ
ذرا کوٹھری سے نکل آؤ باہر — لگا لو گلے سے مجھے اپنے آ کر

جلد ۴

ہو روٹھی تو من جاؤ اب پیاری امّاں — خطائیں مری بخشو سب پیاری امّاں
ستاؤں گی میں اور نہ شوخی کروں گی — کہو گی جو تم اب میں وہی کروں گی
میں مانوں گی کہنا تمہارا تم آؤ — بس اب پیاری اماں نہ مجھکو رلاؤ
مجھے عید کے کپڑے تم آکے سی دو — مرے سر کو دھوؤ مرے بال گوندھو
بہت دیر سے دیکھو میں یاں کھڑی ہوں — مناتے مناتے تمھیں تھک گئی ہوں
میں گڑیوں سے بھی اب نہیں کھیلتی ہوں — بہت روتی ہوں جب انھیں دیکھتی ہوں
جو تم ہو تیں گڑیوں کے کپڑے بناتیں — کھلونے بہت اچھے اچھے منگاتیں

نہ آتی ہو باہر نہ کچھ بولتی ہو
کہو امی تم کیوں خفا ہو رہی ہو

کھڑا باپ نھا پاس خاموش اس کے — مگر دل ہوا جاتا تھا غم سے ٹکڑے
پھر آخر کو اس طرح بیٹی سے بولا — کہ کہنا تھا جو کہہ چکی ہو وہ بیٹا
نہیں بولتیں تم سے اماں تمہاری — چلو اب تمھیں لیچلوں گھر کو پیاری
بس اب اپنی اماں کو تم بھول جاؤ — مرا کہنا مانو مرے ساتھ آؤ
وہ بولی کہ گھر کو نہ جاؤں گی ابا — میں اماں کو اپنی مناؤنگی ابا
انھیں چھوڑ کر میں نہ جاؤں گی گھر کو — وہ بولیں گی ابّا ذرا دیر ٹھیرو

تھی اُمید بچّی کو آنے کی ماں کے
سر کتی نہ تھی اس لیے وہ وہاں سے
وہ رو رو کے آخر کو مایوس ہو کے
چلی آئی گھر ساتھ ابّا کے اپنے
خدا بچّے کا دُکھ نہ ماں کو دکھائے
نہ بچّے ہی سے اُس کی ماں کو چھڑائے
مُبارک ہوں ماؤں کی گودوں کو بچّے
سدا ماؤں کی گود اللہ رکھّے

جلد ۴

محمّدی بیگم مرحومہ

۱۶- یسیر کا پیام ماں کے نام

ایک بچہ جس کی ماں کا ہو گیا تھا انتقال
میرے پاس آیا کہیں سے روتا روتا ایک دن
اور کہا رو کر کہ ماں کو ڈھونڈتا پھرتا ہوں میں
کھانا تک کھایا نہیں ہے صاف گزرا ایک دن
چھوڑ کر بے کس خدا جانے کہاں رخصت ہوئی
ہے بہت مشکل مجھے بے ماں کے جینا ایک دن
تم سے مل جائے تو کہنا مجھ کو بھی لے جائے ساتھ
یا چلی آئے وہاں سے رہ کے دو یا ایک دن

کیسی بستی ہی وہ کیسے گھر ہیں کیسے لوگ ہیں
تو نے تو جا کر وہاں خط بھی نہ بھیجا ایک دن

پیار کرتی منھ دُھلاتی کپڑے پہناتی تھی روز
یوں پھٹے کپڑوں سے میں رہتا نہیں تھا ایک دن

کون چمکارے مجھے اور کون لے آغوش میں
خواب میں بھی تو نے حال آکر نہ پوچھا ایک دن

اپنے سینے سے کبھی اک دم نہ کرتی تھی جُدا
اب یہ تنہا بیکسی میں کیسے چھوڑا ایک دن

اب نہیں کرنے کا ضد، اب کچھ نہ مانگوں گا کبھی
خستہ حالی پر مری آ رحم فرما ایک دن

اب نہیں رونے کا رونے سے خفا ہی تو اگر
اچھی اماں گود میں لے لے مجھے آ ایک دن

تجھ کو بن میرے وہاں کٹتے ہیں کیسے روز و شب
مجھ کو ہے تیرے یہاں ہی سو برس کا ایک دن

اے خدا ایسے یتیم و بے نوا پر فضل کر
یہ دعا کی اور اکبرؔ خوب رویا ایک دن

اکبرؔ

۶۲- یتیم اور گورِ پدر

ننھے ننھے ہاتھ اپنے قبر پر رکھے ہوئے
پڑھ رہا تھا سورۂ الحمد میں با چشمِ تر

دفعتاً اُمڈا جو دل رو رو کے یہ کہنے لگا
مجھ سے اے بابا خفا تم ہو گئے کیوں اس قدر

کیا سبب ہے کون سی مجبوریاں درپیش ہیں
اتنی رات آئی ہے اور اب تک نہیں چلتے ہو گھر

سو رہے ہیں اپنے اپنے آشیانوں میں پرند
زمزمے کرتے نہیں اس وقت مرغانِ سحر

ہر طرف سے یہ درندوں کی صدائیں ہولناک
یہ ڈرونی رات یہ قبریں یہ جنگل پُر خطر

ہائے یہ عالم کہ دنیا کر رہی ہے سائیں سائیں جلد۴
اور اکیلا رو رہا ہوں میں تمہاری قبر پر

تم نے چھوڑا تھا کبھی تنہا مجھے ایسی جگہ
گود میں لے لو مجھے معلوم اب ہوتا ہے ڈر

آسماں پر ایک سنّاٹا سا ہے چھایا ہوا
ڈوبتے تاروں سے پیدا ہیں کچھ آثارِ سحر

میں ہوں اے بابا وہی پروردۂ آغوشِ ناز
لے کے سینے پر جسے سوتے تھے اپنے رات بھر

کیوں کفن میں منھ چھپایا میں وہی منحوس ہوں
دیکھتے تھے منھ مرا تم اُٹھ کے ہنگامِ سحر

منّتوں پر منّتیں تھیں میرے جینے کے لیے
تھیں دعاؤں پر دعائیں تا نہ لگ جائے نظر

منع کر دیتے تھے فوراً تم اشارے سے مجھے
غیر اُلفت سے بھی کوئی چیز دیتا تھا اگر

جلد۴

اب وہی ہم ہیں کہ مانگیں بھی تو مل سکتا نہیں

مر گئے تم جب سے ہے ہم پر حقارت کی نظر

خیر اے بابا ذرا یہ بات بھی رکھیے گا یاد

آج باتوں کا مری لیتے نہیں کچھ آپ اثر

روٹھ کر اُٹھا ہی تھا چلاّ کے میں روتا ہوا

قبر سے آواز آئی اے مرے نورِ نظر

ہیں فدا تجھ پر ارے یہ کیا غضب تو نے کیا

ایسے ویرانے میں آتا ہے کوئی جانِ پدر

اے مرے نازوں کے پالے میں عجب عالم میں ہوں

گود میں لے کر تجھے کس طرح سے پہنچاؤں گھر

آہ اے معصوم بچے کیا کروں مجبور ہوں

تیری ان باتوں سے ٹکڑے ہوگئے قلب و جگر

ہائے ظالم موت تو نے کیا ستم مجھ پر کیا

میرے بچے ہو گئے یوں تیرے ہاتھوں در بدر

تو یہاں آیا کسی نے تجھ کو روکا بھی نہیں

میرے مرتے ہی ہوئے ایسے اعزہ بے خبر

قوم بھی تیری خبر گیری نہیں کرتی ہے کیا

میری جاں ہوتی ہی گیا اب فقر و فاقہ میں بسر

ہائے دنیا سے میں کیا کیا حسرتیں لیکر اُٹھا

تیرا سہرا بھی نہ دیکھا میں نے اے لختِ جگر

سخت مجبوری ہے بیٹا ہم کہاں اور تم کہاں

گھر سدھارو گھر سدھارو وقت ہے یہ پُر خطر

میں بھی زندہ ہوں خدا تجھ کو اگر زندہ رکھے

شاد رہ تو اے مرے نخلِ تمنا کے ثمر

جا مری جاں جا بس اتنا روح کو صدمہ نہ دے

پھر کبھی آنا مگر تنہا نہ آنا اے پسر

یاد رکھ میری وصیت اے نہالِ آرزو

قوم کی حلقہ بگوشی میں بسر کر عمر بھر

ہے تری وابستگی ان سے مرا قومی شرف

چھوڑنا دامن نہ ان کا وہ چھڑائیں بھی اگر

جتنی باتیں میں نے اعجازِ محبت سے کہیں

قوم سے کہنا مری جانب سے اے نورِ نظر

ہو عزیزِ نکتہ پرور کی زبانی یہ پیام

وہ بہت روتا ہے خلوت میں تمہارے حال پر

سب کو پڑھ کر تم سُنا دینا مرا یہ خطِ شوق

مجتمع ہو قوم جس جلسے میں اے جانِ پدر

السلام اے ساکنانِ بزمِ ہستی السلام

اس جگہ ہم ہیں کہ تم سے کر نہیں سکتے کلام

ہو مبارک تم کو اس دنیا کا منظر دیکھنا

جب کبھی فرصت ملے ہم کو بھی مڑ کر دیکھنا

ساز و برگِ عالمِ ہستی وہی ہے یا نہیں

یہ بتاؤ یاد کرتے ہو ہمیں بھی یا نہیں

آہ وہ لخت جگر وہ تازہ نخل مدعا

چھٹ گیا ہے جب سے اور میں ہو گیا اس سے جدا جلد ۴

اب یہ ہدیہ آرزوئے نیکنامی میں دیا

اپنا فرزند آپ کو میں نے غلامی میں دیا

میرے رشتہ سے بھتیجا ہے مگر سمجھو غلام

اس سے زائد کچھ نہیں کہنا ہو مجھکو والسلام

عزیز

۶۳- مرحومہ کی یاد

(ترجمہ از "آئرش میلوڈیز" مصنفہ ٹامس مور)

رات کے پچھلے پہر روتی ہیں جب چشم نجوم — الفت دیرینہ کی وادی میں اُڑ جاتا ہوں میں

اور اس وادی میں مرحومہ جو یاد آتی ہو تم — محو ہو جاتا ہوں کچھ ایسا مزا پاتا ہوں میں

وہ مکان وہ قصر وہ تم وہ تمہاری حسرتیں — وہ گلے وہ عذر وہ گذری ہوئی دلچسپیاں

دیر تک کرتا ہوں میں یاد آہ اُن ایام کو — ہائے وہ راتیں کہاں وہ دن کہاں وہ تم کہاں

اس سکوت اس محویت میں پھر یہ آتا ہے خیال — روحیں منڈلاتی ہیں گر اوج فضا کے عرش پر

اور جھپکر آتی ہیں اس خاکدان عشق میں
تا کہ دیرینہ علایق دیکھ لیں پھر اک نظر

ق

شاید آجائے تمہاری روح بھی اور یہ کہے
کیا بتاؤں جنت الماوی میں میں کیسی ہی

اس جدائی میں ہا میرا تمہارا ایک حال
تم یہاں روتے رہے اور میں وہاں روتی رہی

پھر سراپا شوق ہو کر وہ غزل گاتا ہوں میں
تم جو تنہائی میں چپکے چپکے گاتی تھیں کبھی

گونج کر جب نغمہ ٹکراتا ہی تو کہتا ہوں میں
یہ تمہاری روح مضطر آتی ہے گاتی ہوئی

یہ لب و لہجہ وہی ہی یہ سُریلا پن وہی
لیکن اب اس میں تو کچھ کچھ ضعف کا انداز ہے

اور پھر کچھ سوچکر پہچان کر کہتا ہوں میں

یہ وہی آواز ہی - بیشک وہی آواز ہی

نادر کاکوروی

۶۴- سوزِ دل

پھر دلِ سوختہ مصروفِ فغاں ہوتا ہی
ذکرِ سوزِ غم و اندوہ نہاں ہوتا ہے

کچھ خبر ہی تجھے شمشان کو جانے والے
سوزِ فرقت سے بُرا حال یہاں ہوتا ہے

خالق پاک تری روح کو ٹھنڈا رکھے
محوِ فریاد ترا سوختہ جاں ہوتا ہے

جلد ۴

صبحدم یاد مجھے تیری "جبیں" آتی ہے — شعلۂ سرخ جو مشرق میں عیاں ہوتا ہے
اور ہر شام تری رونقِ طلعت کے بغیر — غمکدے میں مرے وحشت کا سماں ہوتا ہے
مری آہوں سے لوئے داغِ جگر آتی ہے — نکہتِ دل ساتھ لیے اشک رواں ہوتا ہے
اب مرے واسطے ہے گلشنِ عالم گلخن — ہر گلِ تر پہ شرارے کا گماں ہوتا ہے
آنچ سے آتشِ ہجراں کی ہوئی وہ صورت — جیسے تفسیدہ کوئی برگِ خزاں ہوتا ہے
پھیل جاتی ہے سرِ شام جو دھندلاہٹ سی — یہ نہیں۔ وہ مری آہوں کا دھواں ہوتا ہے
یہ نہیں رنگِ شفق اوجِ فلک پر جاکر — نفسِ گرم مرا شعلہ فشاں ہوتا ہے
آستیں میں ہے نہ دامن میں، لگی ہے دل میں — عزم کس سمت کا اے اشکِ رواں ہوتا ہے
تپشِ داغ سے آتی ہیں یہی کام آہیں — آگ پر جو اثرِ بادِ وزاں ہوتا ہے
تھا جلانا تو مجھے شمع بنایا ہوتا — یا وہ پروانہ جو محفل میں تپاں ہوتا ہے
مجمرِ دہر میں کیا خوب ہے مقسومِ سپند — یہ سلگنے کا عذاب اس کو کہاں ہوتا ہے

آج محروم نکالے ہیں بہت گرم اشعار
دلِ جلوں کا یہی اندازِ بیاں ہوتا ہے

محروم

جلد ۴

۶۵۔ تسکینِ قلب

مرے چاہنے والے کیوں رو رہے ہیں
یہ جان اپنی کس واسطے کھو رہے ہیں؟

میں مُردہ نہیں ہوں ٹھکانے سے جی ہے
کہوں کیا مرے دل کو کیسی خوشی ہے

نہ روئیں۔ نہ روئیں! ابھی خشک ہوں گے
جو قطرے ہیں رخسار پر آنسوؤں کے

میرا حال سُن کر اُنھیں غم نہ ہوگا
وہ رنج و تعب اور وہ ماتم نہ ہوگا

بر آئی ہے مرنے پہ میری تمنّا
وہاں پہونچا ملنے کا وعدہ جہاں تھا

خدا نے نصیبوں سے یہ دن دکھائے
ثمر خشک شاخوں میں اب جا کے آئے

یہاں تاج تاروں کا ہے میرے سر پر
کہاں جا کے چمکا ہے میرا مقدر

ٹہلتا ہوں ہر وقت خُلدِ بریں میں
محبّت کا معدن ہے جس سرزمین میں

میری چاہنے والے ہرگز نہ روئیں
غمِ ہجر میں جان اپنی نہ کھوئیں
مرے واسطے رنج اُٹھانے سے حاصل؟
یہ رونے سے، آنسو بہانے سے حاصل

وہاں میرے رہنے کی تھی کون صورت؟
جہاں تھی مُروّت۔ محبت نہ اُلفت

جلد ۴

گناہوں کا اور موت کا تھا جو مسکن
جہاں ایک صورت ہیں تھے دوست دشمن

جہاں بر غم تھا - اندھیرا بہت تھا
جہاں جان جانے کا کھٹکا بہت تھا

یہاں کی مگر زندگی - زندگی ہے
سراپا مسرّت - مجسّم خوشی ہے

یہاں ناز کرتے ہیں مجھ پر فرشتے
اُٹھے ہر طرف سے اُن آنکھوں کے پردے

مکان ہے میرا جلوہ گاہِ محبّت
مُیسّر ہے ہر دم کسی کی زیارت

یہ اس مُصحفِ رُخ ہیں لکھّا ہوا ہے
خوشی ہیں بقا ہے تو بعدِ فنا ہے

جو پہونچا جہاں تک یہ اُس کی عنایت
خوشا میری قسمت - خوشا میری قسمت

مرے چاہنے والے ہرگز نہ روئیں
غمِ ہجر میں جان اپنی نہ کھوئیں
مرے واسطے رنج اُٹھانے سے حاصل؟
یہ رونے سے آنسو بہانے سے حاصل

سیّد علی سجاد

۶۶- نوحۂ برادر

وہ برادر کہ مرا یوسفِ کنعانی تھا
وہ کہ مجموعۂ ہر خوبیِ انسانی تھا

جلد ۴

وہ کہ گھر بھر کے لیے رحمتِ یزدانی تھا　　قوتِ دست و دلِ شبلی نعمانی تھا

جوش اُسی کا تھا جو میرے سر پُرشور میں تھا

بل اُسی کا یہ میرے خامۂ پُرزور میں تھا

ہم سے بیکاروں میں اک قوت عامل تھا وہی　　بارِ عزتِ اجداد کا حامل تھا وہی

مسندِ والدِ مرحوم کے قابل تھا وہی　　یوں تو سب اور بھی اعضا ہیں مگر دل تھا وہی

اب وہ مجموعۂ اخلاق کہاں سے لاؤں

ہائے افسوس میں اسحٰق کہاں سے لاؤں

جب کیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر　　گھر کا گھر تھا ہدفِ ناوکِ صد گونہ خطر

بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت کی سپر　　تیر جو آئے، گیا آپ وہ اُن کی زد پر

خود گرفتار رہا تاکہ میں آزاد رہوں

اس نے غم اس لیے کھائے تھے کہ میں شاد رہوں

اس کو شہرت طلبی سے کبھی کچھ کام نہ تھا　　وہ گرفتارِ کمندِ ہوسِ خام نہ تھا

اس کی ہر بات میں اک لطف تھا ابرام نہ تھا　　وہ کبھی مدعیِ رہبریِ عام نہ تھا

اُس کو مطلوب کبھی گرمیِ بازار نہ تھی

اس کی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی

جلد۲

اسکے اخلاق کھٹک جاتی ہیں دل میں ہر بار وہ شکر ریز تبسم وہ اداہائے وقار
وہ وفا کیشی احباب وہ مردانہ شعار وہ دل آویزی خو، وہ نگہ الفت بار

صحبت رنج بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی
اس کی ابرو پہ شکن آکے پلٹ جاتی تھی

آہ اے مرگ کسی شے کی نہیں تجھکو تمیز تیری نظروں میں ہے ابر میں گہر اور شبیر
میں نے مانا تری نزدیک تھا وہ کوئی چیز رحم کرنا تھا کہ چھوڑی ہیں کئی اس نے عزیز

لاڈلے ہیں کہ کسی اور کے بس کے بھی نہیں
اس کے بچے ابھی سات آٹھ برس کے بھی نہیں

اے خدا شبلی دل خستہ باین موئے سفید لیکے آیا ہی تری درگہہ عالی میں امید
مرنے والے کو نجات ابدی کی ہو نوید خوش و خرم رہے جیھوٹا مرا بھائی یہ جنید

کیا لکھوں قصۂ غم تاب رقم بھی تو نہیں
اب مرے خامہ پہ زور میں دم بھی تو نہیں

شبلی

۶۷ ـ نوحہ وفات نادر شاعر

جلد ۲

مرگ نادر کی خبر کاش نہ آئی ہوتی
باعثِ گریہ نہ پوچھو نہ سنائی ہوتی

اے فلک اور بھی نادر کو تو جینے دیتا
کون سی اس میں بھلا تیری برائی ہوتی

اک چہکتی ہوئی بلبل کا گلا کیوں گھونٹا
ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

کیسا اندھیر ہے او بادِ فنا کے جھونکو
آہ یہ شمع تو تم نے نہ بجھائی ہوتی

ندرت آمیز یہ تصویر تخیل افسوس
دستِ بیداد اجل نے نہ مٹائی ہوتی

ہند میں آج تھا تو موجدِ نو طرز سخن
کوئی دن اور تری تازہ نوائی ہوتی

تیرے جذباتِ مصفا تھے جواہر نادر
کوئی دن اور بھی دولت یہ لٹائی ہوتی

ابھی تازہ تھا غمِ رحلتِ آزاد و سرور
ترے سر میں تو سفر کی نہ سمائی ہوتی

گلشن ہند کی رونق تھا ترانہ تیرا
کون سے کنج میں اب ہوگا ٹھکانا تیرا

ساغرِ نو میں مئے کہنہ سرمد کی جھلک
برق شعلوں میں وہی سوز بُرانا تیرا

دیر تک تجھ کو نہ بھولیں گے زمانے والے
گو بسر ہو گیا یوں جلد زمانہ تیرا

روئیں گے خُم کدہ شعر میں آنے والے
چھیڑے گا پیرِ مُغاں جب کہ فسانہ تیرا
بوئے گُل بن کے پیانہ دیوارِ گلستاں نکلی
بس یہی گلشنِ امکاں سے ہی جانا تیرا

محروم

۶۸- نوحۂ دوست

اشکِ حسرت ترے مدفن پہ بہانے آیا
تو نے جو داغ دیا تجھکو دکھانے آیا
مرض الموت میں بھیجا تھا جسے عید کا کارڈ
وہ ترے بسترِ خاکی کے سرہانے آیا
جس کی شعروں کو بہت شوق سے تو سنتا تھا
آج وہ تجھکو ترا نوحہ سُنانے آیا
رات اندھیری ہے طبیعت نہ پریشاں ہو تری
شعلۂ آہ کی اک شمع جلانے آیا
چھوڑ احباب کو سوتا ہے بڑا چین سے تو
نعرۂ درد سے میں تجھکو جگانے آیا
ہائے جس کے لیے صد دولتِ بیدار تھا تو
وہ پدر خود تجھے مرقد میں سلانے آیا
جیتے جی بھول سی تھی تجھکو بہت کچھ نسبت
میں ترے ڈھیر پہ بھی پھول چڑھانے آیا

نیرنگ

جلد ۴

۶۹- دردِ دل

کوئی دنیا میں نہیں ہے رمزدانِ دردِ دل
ہائے میں کس کو سناؤں داستانِ دردِ دل

آہ پیہم سے ہے ظاہر حالتِ سوزِ جگر
دیدۂ نم ہے ہمارا ترجمانِ دردِ دل

ماسوائے مرگ اس کا اور کچھ درماں نہیں
عارضہ ہے کون سا مہلک بسانِ دردِ دل

اس کی صدقہ میں ملی گر زیست سے ہم کو نجات
ہم خوشی سے ہو گئے اس دم مدح خوانِ دردِ دل

جب ملیں فردوس میں تجھ کو عزیزؔ رفتگاں
قلبِ محزوں پیش کرنا ارمغانِ دردِ دل

خاطرِ احباب پژمردہ نہ ہو جائے کہیں
ختم کرنا شاد اب آہ و فغانِ دردِ دل

عزیزہ خاتون

۷۰- گریہ

بھاتا ہے مجھ کو رونا ابرِ بہار تیرا
ہے موتیوں کی مالا اشکوں کا ہار تیرا

معشوق ہو کہ عاشق دونوں میں پیار تیرا
بلبل کو اور گل کو ہے انتظار تیرا

برسات نے ملائے یہ خوب یار دونوں
آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونوں

جلد۴

سینے میں دل ہے میرے اور برق تجھ میں پنہاں — دونوں میں اک تڑپ ہے بیتاب دونوں یکساں
دونوں مچل مچل کر کرتے ہیں ہم کو حیراں — شوریدہ سر ہیں دونوں دونوں ہیں خانہ ویراں

وہ دیکھو کس طرح ہیں اب بیقرار دونو
آمل کے روئیں ہم تم ابر بہار دونو

کرتے ہیں ابر نیساں اب ملکر اشکباری — دیکھیں کہ رنگ لائے کیا اپنی آہ وزاری
کچھ کر دکھائیں ہم بھی مرضی ہو گر تمہاری — ہو جائیگی یہ دنیا اک پل میں غرق ساری

جی بھر کے روئیں گے جب زار و قطار دونو
آمل کے روئیں ہم تم ابر بہار دونو

دریا کا ہو کنارا اور چل رہی ہوا ہو — بجلی تڑپ رہی ہو چھائی ہوئی گھٹا ہو
اک دم فراق پر ہم صبر و قرار کا ہو — قلب و جگر کو تھامے محروم بھی کھڑا ہو

ہو جائیں دل ہی دل میں بے اختیار دونو
اس وقت مل کے روئیں ابر بہار دونو

محروم

جلد۴

۱۷- بچّہ کی قبر

بیخبر ماں تجھکو اس بچّے کی بھی ہی کچھ خبر — گود میں تیرے ہمکتا تھا جو کل تک باربار

گوری گوری اسکی وہ رنگت وہ مُکھڑا چاند سا — اور وہ صورت اسکی جسپہ رات دن تھی تو نثار

کل بلائیں لیتی تھی تو دیکھ کر انداز خواب — آج کیوں آتا نہیں سونے پہ اسکے تجھکو پیار

اُف وہ دہشتناک جنگل اور اندھیاری وہ رات — آہ وہ معصوم بچّہ اور وہ کنجِ مزار

لے خبر لے دیکھ ڈر جائے نہ وہ بچّہ کہیں — کیا اسے آغوش میں لینا ہی تجھکو ننگ و عار

کیا ہوئی وہ تیری اُلفت کیا ہوئی وہ مامتا — کیوں نہیں اسکے لیے دل آج تیرا بیقرار

اپنے سینہ سے لگاکر تو سُلاتی تھی جسے — آج وہ ہی اور ایک کنجِ لحد تاریک و تار

آج لیٹے ہیں اسی پہ چند کیڑی قبر کے — جس گلے میں تو نے پہنائے تھے تعویذوں کے ہار

ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہی اٹا سب خاک میں — ہائے وہ پیکر جو کل تک تھا ترے زیبِ کنار

جب تری آواز سنتا تھا مچل جاتا تھا وہ — آج وہ ہی اور خموشی چاہیے لاکھ اُس کو پکار

اک اشارے سے کسی کے ہوگئی ہی آج بند — اس کی وہ آواز جو تھی رشکِ صوتِ ہزار

جس کو پہنایا تھا تو نے جامۂ گل دوزِ کل — آج اس کے تن پہ کیڑوں نے کیے نقش و نگار

زندگی میں تو ہر اک عیب و ہنر پہ تھی نظر
دیکھ لے یہ حال بھی جا کر بچشم اعتبار

عزیز لکھنوی

۲۷-مزارِ دوست

قبر پر الحمد پڑھ کر دوست سے میں نے کہا
ہم گریبان چاک ماتم میں ترے دل دار ہیں

شاد ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن
شمع روشن ہے گلوں کی قبر پر انبار ہیں

کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہیِ ملکِ عدم
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں

منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں

جس محل میں جا کے تو اُترا ہے اے رنگیں ادا
کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں

اہل صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے
خوش بیاں خوش وضع یا کج فہم بد گفتار ہیں

بات کرنے کی صدا اصلا کبھی آتی نہیں
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں

قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں

پھول کیسے باغ کیسا عقل تیری ہے کہاں
کنج تنہائی ہے اور افعی گلے کے ہار ہیں

گر تمہیں وہ پیکرِ نازک ہمارا یاد ہو
آج خاکِ قبر سے اس پر منوں کے بار ہیں

اب زیادہ بات کر سکتے نہیں لے گھر کو جا

دل میں آزردہ نہو نا کیا کریں لاچار ہیں

جلد ۴

عبؔ

۷۳۔ مزار

دنیا کا طریقہ ہی کہ جب مرتا ہی انساں روددھو کے غرض کرتی ہیں تکفین کا ساماں
لیجاتے ہیں سب ملکے سوئے شہرِ خموشاں ہاتھوں سے تہِ خاک اسے کرتی ہیں نہاں
مٹی کا لگا دیتے ہیں انبار گراں ایک
کہتے ہیں موئے آدمی کا ہی یہ نشاں ایک

کرتا ہی اگر تنگ بہت ہی دلِ مضطر بیساختہ تربت سے لپٹ جاتے ہیں جا کر
دو پھول چڑھا دیتے ہیں دکس کی لحد پر کرتے ہیں خطاب اس سے کبھی رو رو کے دن بھر
فی الجملہ حرارت تو نکل جاتی ہی دل کی
گو کچھ نہ ہو، ہوتی ہے مگر پھر بھی تسلّی

ا مجد

جلد ۴

۴۷۔ ملکۂ نورجہاں کا مزار

ہاں اے لبِ راوی بتا کچھ رفتگاں کا ماجرا
کل تجھ پہ جن کا راج تھا، انجام ان کا کیا ہوا
ہے اب کہاں نورِ جہاں، حورِ جناں عصمت کی جاں
وہ بلبلِ شیریں زباں وہ قمریِ ہندوستاں
تیرے کنارے ہے پڑا ٹوٹا سا جس کا آشیاں عبرت فشاں غربت نشاں
شوکت تھی جس کی پاسباں، چاکر سے تھے جاہ و حشم
تھی بحر و بر کی سب سپہ حاضر لیے تیغِ دو دم
خیل و خدم ناز و نعم رخت و خیم طبل و علم
افسوس رکھے رہ گئے خود چل دیے سوئے عدم
عالم میں ہے کس کو بقا، نامِ بقا کس نے لیا، قصرِ فنا ہے آسماں
آئی کہاں سے موت تو ایوانِ شاہی میں بھلا
کیا پاسباں حاضر نہ تھے جو روکتے تیرا گزر

ہاں پرتری پرواز کا آیا نہیں اِن کو نظر
یوں کھینچ کر لے جاتی ہے انساں سے اسکی روح کو
اُڑ جاتی ہے جیسے مگس گُل سے عسل کو سینچ کر
یا ہنس ہو جیسے ہوا ڈنٹھل سے ریشہ کھینچ کر
رہتا ہے باقی بر زمیں افسردہ گل بے انگبیں بیجان جسم ناتواں

تضحیکِ چرخ پُر جفا دیکھو عیاں ہے بر ملا
ہے جس جگہ وہ مہ لقا جالا ہے مکڑی نے تنا
تا سائباں کا کام دے بیگم کے شاہی تاج پر
دو چار باقی پیڑ ہیں یا اینٹیوں کے ڈھیر ہیں
یا چر رہی ہیں بکریاں یا بوم کا ہے آشیاں
شاہی شکوہ و عز و شاں اُڑ جاتے ہیں شبنم صفت
باقی نہیں رہتا نشاں

دنیا نے گو چھوڑا مگر خدمت میں ہے پھر بھی
دیتی ہے پہرا رات بھر تربت پہ اس کے چاندنی

وہ بیگم زہرہ جبیں مرقد سے باہر آن کر
اور لے کے مشعل ماہ کی جاتی ہے جانب شاہ کی جلد ۴

حالت نہ پوچھو راہ کی آنسو نکلتے جاتے ہیں
اور پھول کھلتے جاتے ہیں جب بجھڑی ملتی جاتی ہیں

ہوتا غضب کا ہے سماں

اور جب اندھیری رات ہو تربت ہی اسکی بھاتی ہے
شبنم کہیں آجاتی ہے موتی کا سہرا لاتی ہے

دنیا ہے جگنو ٹمٹماگور غریباں پر دیا
شاخیں بڑھاکر ہاتھ کو پڑھتی ہیں گویا فاتحہ

پتے سنک رہ جاتے ہیں آتی ہے جب ٹھنڈی ہوا
حیرت کا بھی دھڑکے ہے دل ہاں دیکھ کر ایسا سماں

عبرت نگاہی چاہیئے انجام ہے یہ بے گماں
گو اس میں ہو شاہ جہاں یا بادشاہ این و آں

ہوتا ہے تربت میں نہاں

دل

۵۴۔ ملکۂ نورجہاں کا مزار

جلد ۲

دن کو بھی یہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے — کہتے ہیں یہ آرام گہِ نورجہاں ہے
مدت ہوئی وہ شمع تہِ خاک نہاں ہے — اُٹھتا مگر اب تک سرِ مرقد سے دھواں ہے
جلووں سے عیاں جن کے ہوا طور کا عالم
تربت پہ ہے اُن کی شبِ دیجور کا عالم

اے حُسنِ جہاں سوز کہاں ہیں وہ شرارے — کس باغ کے گُل ہو گئے کس عرش کے تارے
کیا بن گئے اب کرمکِ شب تاب وہ سارے — ہر شام چمکتے ہیں جو راوی کے کنارے
یا ہو گئے وہ داغ جہانگیر کے دل کے
قابل ہی تو تھے عاشقِ دلگیر کے دل کے

تُجھ سی ملکہ کے لیے یہ بارہ دری ہے — غالیچہ سرِ فرش ہے کوئی نہ دری ہے
کیا عالمِ بیچارگی اے تاجوری ہے — دن کو یہیں بسرام یہیں شب بسری ہے
ایسی کسی جوگن کی بھی کٹیا نہیں ہوتی
ہوتی ہے مگر یوں سرِ صحرا نہیں ہوتی

تعویذ لحد ہے زبر و زیر یہ اندھیر — یہ دورِ زمانہ کے اُلٹ پھیر یہ اندھیر

جلد ۴

آنگن میں پڑے گرد کے ہیں ڈھیر یہ اندھیر ے گردشِ ایام یہ اندھیر یہ اندھیر
ماہِ فلکِ حُسن کو یہ برج ملا ہے
اے چرخ تری ہیچ نوازی کا گلا ہے

حسرت ہی ٹپکتی در و دیوار سے کیا کیا ہوتا ہے اثر دل پہ ان آثار سے کیا کیا
نالے ہیں نکلتے دلِ افگار سے کیا کیا اُٹھتے ہیں شرر آہ شرربار سے کیا کیا
یہ عالم تنہائی یہ دریا کا کنارہ
ہے تجھ سی حسینہ کے لیے ہُو کا نظارہ

چوپائے جو گھبراتے ہیں گرمی سے تو اکثر آرام لیا کرتے ہیں اس روضہ میں آکر
اور شام کو بالائی سیہ خانوں سے شبپر اُڑ اُڑ کے لگاتے ہیں در و بام پہ چکر
معمور ہے یوں محفلِ جانانہ کسی کی
آباد ہے گورِ غریبانہ کسی کی

آراستہ جن کے لیے گلزار چمن تھے جو نازکی میں داغ دہ برگِ سمن تھے
جو گل رُخ و گل پیرہن و غنچہ دہن تھے شاداب گلِ تر سے کہیں جن کے بدن تھے
پژمردہ وہ گل دبے ہوئے خاک کے نیچے
خوابیدہ ہیں خار و خس و خاشاک کے نیچے

رہنے کے لیے دیدہ و دل جنکے مکاں تھے　　جو پیکرِ ہستی کے لیے روحِ رواں تھے
محبوبِ دلِ خلق تھے جاں بخشِ جہاں تھے　　تھے یوسفِ ثانی کہ مسیحائے زماں تھے

جو کچھ تھے کبھی تھے مگر اب کچھ بھی نہیں ہیں
ٹوٹے ہوئے پنجر سے پڑے زیرِ زمیں ہیں

دنیا کا یہ انجام ہے دیکھ اے دلِ ناداں　　ہاں بھول نہ جائے تجھے یہ مدفنِ ویراں
باقی ہیں نہ وہ باغ نہ وہ قصر نہ ایواں　　آرام کے اسباب نہ وہ عیش کے ساماں

ٹوٹا ہوا اک ساحلِ راوی پہ مکاں ہے
دن کو بھی جہاں شب کی سیاہی کا سماں ہے

محروم

۷۶۔ مقبرۂ نور جہاں

کیا اسی بیگم کا ہے یہ خوار خستہ مقبرہ
برسوں ڈنکا جس کا ملکِ ہند میں بجتا رہا
جس کی صورت جلوۂ فردوس کی تصویر تھی
جس کی رنگینی بہارِ خطۂ کشمیر تھی

جس کی رنگین بزم رشک روضۂ فردوس تھی
جلد۴ بیکسی سے اس کے روضہ کی ہے کیا صورت بنی

ظالموں نے قبر کا تعویذ تک چھوڑا نہیں
کونسا گوشہ ہے تربت کا کہ جو توڑا نہیں

بذلہ سنجی سے خجل ہوتی تھی جس کے پھلجھڑی
حیف وہ خاموش آغوش لحد میں ہے پڑی

قصر میں جس کے بچھا تھا فرش دیبا و حریر
آہ فرش خاک پر سوتی ہے وہ ماہ منیر

جمگھٹے ہیں نازنینوں کے جو کرتی تھی بسر
آہ اس کی قبر پر اب بیکسی ہے نوحہ گر

سیج پر پھولوں کے سوتی تھی کبھی جو نازنیں
پھول دو سوکھے بھی اس کی قبر پر چڑھتے نہیں

جس کی پابوسی کی کرتے آرزو گلہائے تر
خشک کانٹوں کا پڑا ہے ڈھیر اس کی قبر پر

قصر میں جلتی تھیں جس کے شمعہائے عنبریں
حیف روشن اک دیا بھی قبر پر اس کے نہیں

نام روشن ہے جہاں میں آہ جس کا سر بسر
نام کو بھی روشنی آئی نہ اس کے قبر پر

کر دیئے جس نے بہت سے صاحب طبل و نشاں
اس شکستہ مقبرہ میں وہ پڑی ہے بے نشاں

جس نے صدہا خلعتِ دیبا و اطلس دیدیئے
حیف تر سے اس کی تربت ایک چادر کے لیے

گر نام قبر پر نشانِ لوح بھی پیدا نہیں
نقش نام نیک لوحِ دل سے مٹ سکتا نہیں

گر نہیں ہے گور پر اس کے دیا تو کیا ہوا
ہے جہاں میں نور اس کے نام کا پھیلا ہوا

نیک ناموں کے نشاں باقی رہیں گے حشر تک
کیا ہوا اگر دورِ گردوں نے مٹا دی قبر تک

حسرت

جلد ۴

۷۷۔ گورِ غریباں

ہم نے دیکھا جب پڑی گورِ غریباں پر نظر
فرشِ گل کے سونے والے سو رہے ہیں خاک پر
مونس و غمخوار جتنے تھے کنارہ کر گئے
آج کوئی نوحہ گر ان کا نہیں آتا نظر
فاتحہ کو بھی نہ آئے قبر تک وہ آشنا
زندگی میں جو کہ رہتے تھے ہم شیر و شکر
مال و زر یوں ہی پڑا رہ جائیگا سب ہی ہیں
کام آئے گا وہی رکھا ہے جو زادِ سفر

ایک دن ہے خاک میں ملنا یہ سب کچھ خاک ہے
دولتِ دنیا پہ نازاں کیوں ہے انساں اس قدر

اوج

۷۸۔ گورِ غریباں

(انگریزی شاعر گرے کی مشہورِ آفاق نظم ایلجی کا ترجمہ جو بہت مقبول ہوا۔ اصل نظم سے مقابلہ کرنے پر ترجمہ کی پوری خوبی معلوم ہوتی ہے۔)

وداعِ روزِ روشن ہے گجر شامِ غریباں کا
چراگاہوں سے پلٹے قافلے وہ بے زبانوں کے
قدم گھر کی طرف کس شوق سے اٹھتا ہے دہقاں کا
یہ ویرانہ ہے میں ہوں اور طائر آشیانوں کے

اندھیرا چھا گیا دنیا نظر سے چھپتی جاتی ہے
جدھر دیکھو اٹھا کر آنکھ ادھر اک ہو کا عالم ہے
مگر لیکن کسی جا جھینگریں بے وقت گاتی ہیں
جرس کی دور سے مبہم کبھی آواز آتی ہے

کبھی اک گنبد کہنہ پہ بوم خانماں ویراں
فلک کو دیکھ کر شکووں کا دفتر باز کرتا ہے
کہ دنیا سے الگ اک گوشۂ عزلت میں ہوں تنہا
کوئی پھر کیوں قدم اس کنج تنہائی میں دھرتا ہے

قطار اک سامنے ہے مولسریوں کے درختوں کی
وہاں قبریں ہیں کچھ مٹی کی جیسے ڈھیر ہوتی ہیں
ہر اک نے گھر کے بس دو گز کفن گز بھر زمیں پائی
بسانے والے جو اس گاؤں کے تھے سب وہ سوتے ہیں

نفس باد سحر کا نالۂ پر درد بلبل کا
ہوئے بیکار سب ان کو اٹھا سکتا نہیں کوئی
رہی بے فائدہ مستوں کی ہو حق شور قلقل کا
ہیں ایسے نیند کے ماتے جگا سکتا نہیں کوئی

نہ چولھے آگ ہے روشن نہ اب ان کے گھر میں پانی
نہ گھر والوں کو اب کچھ کام ہے فکر شبستاں سے
نہ بی بی کو سر شام انتظار اب ہے نہ حیرانی
نہ بچے دوڑتے ہیں اب کہ لٹکیں آ کے داماں سے

وہی ہیں جنھیں وقت کار مہلت تھی نہ دم بھر
وہی ہیں ہاتھ چلتے رہتے ہی تھے بیشتر جن کے
وہی ہیں جنھوں نے ہل چلائے گیت گا گا کر
بڑے سرکش درختوں کو گرائے تھے تبر جن کے

نہ دیکھیں حال ان لوگوں کا ذلت کی نگاہوں سے
بھرا ہے جن کے سر میں غرۂ نوابی و خانی
یہ ان کا کاسۂ سر کہہ رہا ہے کج کلاہوں سے
عجب نادان ہیں جن کو ہے عجب تاج سلطانی

نہیں شایان فخر و ناز نوبت اور نقارہ
جو نازاں جاہ و ثروت پر ہیں ان پر موت ہنستی ہے

جلد ۴

وہ ساعت آنے والی ہے نہیں جس سے کوئی چارہ — کہ فانی ہے جہاں ہر اوج کا انجام پستی ہے

نظر آتے نہیں کتبے مزاروں پر تو کیا غم ہے — چراغاں اور صندل اور گل و ریحاں ہو تو کیا

نہیں عنبر اور کمخواب کی چادر تو کیا غم ہے — جو خوش آہنگ کوئی قاریِ قرآں نہ ہو تو کیا

بناتے ہو جو تصویر اگر مدفن پہ رکھنے کو — پلیٹ گر اس سے کچھ نکلی ہوئی سانس آ نہیں سکتی

دعا ہو فاتحہ ہو مرثیہ ہو آہ و زاری ہو — کوئی آواز ان کے کان تک اب جا نہیں سکتی

خدا جانے تجھے ان لوگوں میں کیا جوہر قابل — خدا معلوم رکھتے ہوں گے یہ ذہن رسا کیسے

خدا ہی کو خبر کیسے کیسے ہوں گے صاحب دل — خدا معلوم ہوں گے بازوئے زور آزما کیسے

زمانہ نے مگر کوئی ورق ایسا نہیں الٹا — کہ بار فکر سے مہلت یہ پاتے سر اٹھانے کی

مصیبت نے طبیعت کی روانی کو کیا ایسا — کہ بار آنے نہ پائی جوہر ذاتی دکھانے کی

بہت سے گوہرِ شہوار باقی رہ گئے ہوں گے — کہ جن کی خوبیاں سب چھپ گئیں تہ میں سمندر کی

ہزاروں پھول دشت و در میں ایسے کھلے ہوں گے — کہ جن کے مسکرانے میں تھی خوشبو مشکِ اذخر کی

یہ صاحب عزم ہیں گو رزم کی نوبت نہیں آئی — حکومت اپنی قریہ میں کی لیکن دوست دشمن پر

وہ فردوسی یہ ہیں جن کی زباں کھلنے نہیں پائی — وہ رستم ہیں نہیں سہراب کا خوں جن کی گردن پر

مقدر نے انہیں مصروف رکھا قلبہ رانی میں — وگرنہ حکمرانی کا بھی جلوہ یہ دکھا دیتے

عجب کیا شہرۂ آفاق ہوتے خوش بیانی میں — اور اپنے کارنامے اہل عالم کو سنا دیتے

جلد ۴

رہی محروم نیکی سے بچے ہر اک برائی سے | نہ زورِ مردم آزاری نہ شورِ فتنہ انگیزی

نہ دولت کی طمع میں بے گناہوں کے گلے کاٹے | نہ کی خلقِ خدا کے ساتھ بے رحمی و خونریزی

نہ صحبت میں امیروں کی کبھی خونِ جگر کھایا | نہ اونٹا یا لہو اپنا کبھی جھوٹی خوشامد سے

نہ مل کر روغنِ قاز آتشِ نخوت کو بھڑکایا | کہ جس سے خود پسندوں کا تبختر بڑھ چلے حد سے

الگ ہر رنگ بد سے دردِ دنیا کے مکاید سے | گئے بیگانہ وار اور خلق میں بیگانہ وار آئے

رہے محفوظ ابنائے زمانہ کے مفاسد سے | قدم راہِ توکل سے کبھی ڈگنے نہیں پائے

نہ دیکھ ان استخواں ہائے شکستہ کو حقارت سے | یہ ہے گورِ غریباں اک نظر حسرت سے کرتا جا

نکلتا ہے یہ مطلب لوحِ تربت کی عبارت سے | جو اس رستے گزرتا ہے تو ٹھنڈی سانس بھرتا جا

لکھے ہیں نام ان قبروں پہ گو کچھ واک حرفوں میں | مگر بھولے ہوئے کو ٹھیک رستہ یہ بتاتے ہیں

زیادہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا اگر سوچیں | کہ جو مرنے سے ناواقف ہیں ستہ یہ سیکھ جاتے ہیں

جو آیا ہے جہاں میں یاں سے جاتا ہے اک دن | یہ ہونا ہے کوئی چاہے گا دل سے یا نہ چاہے گا

مگر جاتے ہوئے پھر کر نہ دیکھے یہ نہیں ممکن | دلوں سے یاد بھی مٹ جائے یہ جانا نہ جائیگا

کوئی زانو کسی کا ڈھونڈتا ہے دم نکلنے کو | کہ دیکھے اشک گرتے چاہنے والے کی دامن میں

کسی کی ہے یہ خواہش دوست کاندھا دیں جنازہ کو | پھر اس پر فاتحہ کی آرزو ہے کنجِ مدفن میں

حقیقت غور سے دیکھی جو ان سب مرنے والوں کی | تو ایسا ہی نظر آنے لگا انجام کار اپنا

انھیں کی طرح جیسے مل گئے ہیں خاک میں ہم بھی — یوں ہی ہر سال آ نکلا ہے اک دوستدار اپنا

یہ اس سے ایک دہقانِ کہن سال آ کے کہتا ہے — کہ ہاں ہاں خوب ہم واقف ہیں دیکھا ہے اسے اکثر

پھر اس کے بعد دل ہی دل میں کچھ غم کھا کے کہتا ہے — کہ اب تک پھرتا ہے آنکھوں میں پھرنا اسکا سبزہ پر

وہ اس کا نور کے تڑکے ادھر گلگشت کو آنا — وہ پو پھٹنے سے پہلے آ کے پھرنا سبزہ زاروں میں

وہ کچھ کم دن رہے اس کا لبِ جو کی طرف جانا — وہ اس کا مسکرانا دیکھ کر شورِ آبشاروں میں

کبھی ایسی ہنسی لب تک کہ ظاہر جس سے کچھ نفرت — اور اس کے ساتھ ہی کچھ زیرِ لب کہتے ہوئے جانا

کبھی تیوری چڑھائے منہ بنائے رنج کی صورت — کہ جیسے دل پہ صدمہ ہے زباں جس سے ہے بیگانہ

غرض کیا کیا کہوں اک روز کا یہ ذکر ہے صاحب — کہ اس میدان میں پھرتے صبحدم اس کو نہیں دیکھا

ہوا پھر دوسرا دن اور نظر سے وہ رہا غائب — خیاباں میں اسے پایا نہ دریا پر کہیں دیکھا

پھر اس کے تیسرے دن دیکھتا کیا ہوں جنازے کو — لیے آتے ہیں سب پڑھتے ہوئے کلمہ شہادت کا

تمھیں پڑھنا تو آتا ہوگا آؤ پاس سے دیکھو — یہ اس کی قبر ہے اور یہ کتابہ سنگِ تربت کا

اب آغوشِ لحد میں سو رہا ہے چین سے کیسا — گیا افسوس لیکن یہ جوان ناکام دنیا سے

دکھایا جاہ و شہرت نے نہ بھولے سے بھی منہ اپنا — پھر ایسے نامرادوں کو بھلا کیا کام دنیا سے

ہر اک کے درد دکھ سے اس کو رہتا تھا سدا مطلب — ہوا ممکن تو یاری کی نہیں تو اشکباری کی

دیا دستِ تہی کو ساتھ طینت میں کرم یارب — میں تیری شان کے قربان کیا اچھی بلا دی کی

خدا بخشے اسے بس نیست کا رہتا تھا وہ جویا تو نکلا دوست آخر خداوند کریم اس کا
اب اس کی نیک و بد کا ذکر کرنا ہی نہیں اچھا کہ روشن ہے خدا پر عالم اُمید و بیم اس کا

طباطبائی

۷۹۔ قبرستان

ایک دن گورِ غریباں میں ہوا میرا گزر دل کے داغ اُبھرے ہوئے دیکھے بسلطِ خاک پر
سنسناتی تھیں جا بجا ٹوٹی ہوئی قبریں جہاں عالمِ اسباب کی نیرنگیوں کو دیکھ کر
ان کی قبروں پر کہ جو تھے مجلس آرائے جہاں شمع روشن تھی نہ تھی اک چادرِ گلہائے تر
رو رہی تھیں صرف ناکامی پہ اُن کی حسرتیں کوئی ماتم کرنے والا تھا نہ کوئی نوحہ گر
ہو کا عالم اور بھیانک رات اور وہ بیکسی ہل گیا دل عالم گورِ غریباں دیکھ کر
خونِ دل بہنے لگا آنکھوں سے دھیان آیا مجھے دفن اس عبرت سرا میں ہے مرا مشفق پدر
یہ خیال آتے ہی دوڑا ایک تربت کی طرف فاتحہ پڑھنے کو تنہا خاک بر سر نوحہ گر

قبر کے ذرّات کو دی جذبِ دل نے زندگی
خاک میں جنبش ادھر تھی ہل رہا تھا دل اُدھر

عزیز

۸۰۔ شہرِ خموشاں

جلد ۴

کل سوئے گورِ غریباں جو ہوا میرا گزر
ہو گیا پیشِ نظر عالمِ ہو کا منظر

اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے
ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھی فتحمندی و نصرت کی دلیل
جن کی شمشیر سے اقبال کے جھڑتے تھے شرر

جن کی سطوت سے دلیروں کے بھی تھے پتّے پانی
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر

جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجاتا ڈنکا
جن کا سکّہ تھا رواں دہر میں کشور کشور

ماند تھی محفلِ جم بزمِ طرب سے جن کی
شمعِ محفل تھے جہاں اہلِ خرد اہلِ نظر

جن کی دروازے سے دولت کا نشاں ملتا تھا
کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر

مستمندوں کے لیے وقف تھی جن کی دولت
ایک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی
جن کی تمکین سے تھی بزمِ جہاں زیر و زبر

حیف صد حیف وہ تھے گورِ غریباں کے مکیں
دفن تھے خاک میں اور خاک تھی ان کی اوپر

ان کی قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت
اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھے پتھر

بوم تھے گنبدِ شاہی کے نگہبانوں میں
بیکسی مرثیہ خواں تھی لحدِ شاہاں پر

یہ سماں دیکھ مرا درد سے جی بھر آیا — اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر
کس نے اس شہرِ خموشاں کی بنا ڈالی ہے — خاک پر کس لیے بکھرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر
سن کے یہ بات "فنا" مجھ سے ہوئی یوں گویا — کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پر پتھر
کس میں قدرت ہے کرے گلشنِ عالم تاراج — کس کی طاقت ہے کرے نظمِ جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہے جو کہلائے خداوندِ جہاں — ہاں مگر ایک "خداوند" خدائے اکبر
اس کو زیبا ہے شہنشاہی کونین کہ وہ — ایسا بے مثل ہے جس کا نہیں کوئی ہمسر
اس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے شب و روز — فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شانِ خدائے یکتا — قطرہ قطرہ پہ رواں حکم خدائے برتر
جس کو چاہے اسے دنیا میں سر افراز کرے — جس کو چاہے اسے ذلت سے کرے خوار ابتر
جس کو چاہے اسے دے سلطنت و تاج و سریر — جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر
تاج والے ہی ہیں گئے نہ یہاں جبار — چل سکے گی نہ حکومت نہ یہاں زور نہ زر
اس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہو کہ میں — تاج شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
کاہ سے کوہ تلک چرخ سے لے کر گل تک — سب پہ چلتا ہے عمل میرا بہ فرمانِ قدیر

میں نے ہی "شہرِ خموشاں" کی بنا ڈالی ہے
میرے ہی زیرِ اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

جلد ۴

نثار احمد

۱۸- جامِ شہادت

تڑپتا ہے تنہا وہ فرشِ زمیں پر — نہ غمخوار کوئی نہ تکیہ نہ بستر
اِدھر اس کی بندوق ٹوٹی پڑی ہے — گرا خاک پر ہے اُدھر اُس کا خنجر
نہ آتی ہے کانوں میں آوازِ ہمدم — کہ پانی پلائے اسے ترس کھا کر
نہ توپوں کا شور اور نہ گولوں کی بارش — نہ گھوڑا نہ جھنڈا سپاہی نہ افسر
تعاقب میں دشمن کے سب چل دیے ہیں — عقب میں اسے چھوڑ حیران و مضطر
وہ حسرت سے چاروں طرف دیکھتا ہے — کبھی لیٹے لیٹے کبھی سر اُٹھا کر
تباہی کے آثار ہر سو عیاں ہیں — بنی ہے زمیں خوں سے دریائے احمر
نہ گھر کی خبر ہے نہ غمخوار کوئی — نہ باپ اور نہ بیٹا برادر نہ مادر
سرہانے کھڑی یہ اجل کہہ رہی ہے — کہ اس زخم کاری سے ہو گا نہ جانبر

اسی کشمکش میں وہ دم توڑتا ہے
گلستانِ ہستی سے مُنہ موڑتا ہے

مئے قوم و ملّت کے سرشار آؤ — بہادر سپاہی کا لاشہ اُٹھاؤ
وطن کی محبّت میں مارا گیا ہے — لے اس کی خاکِ وطن میں سلاؤ
بدن اس کا زخموں سے ہے چور سارا — ذرا قبر میں ہلکے ہلکے لٹاؤ
کھلا کچھ نہ غنچہ اُمیدوں کا اس کی — تم اب اس کی تربت پہ کلیاں چڑھاؤ
سپاہی کی عزّت اگر چاہتے ہو — تو اللہ اکبر کے نعرے لگاؤ
کسی کے بھرے گھر کا یہ نور ہوگا — سرِ شام مرقد پہ شمعیں جلاؤ
کبھی غیر قوموں میں گر جا کے بیٹھو — تو اس کی دلیری کے قصّے سناؤ
مصائب کا اس کی اگر دھیان آئے — تو آنکھوں سے آنسو کے قطرے گراؤ

وہ مذہب پہ اپنے فدا ہو گیا ہے
وہ فانی سے اہلِ بقا ہو گیا ہے

نجم گیلانی

۸۴ ـ میدانِ جنگ

جہاں کل سپہ دار تھے حکمراں — کھڑے تھے جہاں ترچھے بانکے جواں
جہاں کل تھے فیلانِ جنگی ہزار — کُداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار

جلد۴

جہاں پاسباں کل تھے للکارتے | پرندے بھی ڈرتے تھے پر مارتے
وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں | پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں

وہ سر جس پہ تھا کل جواہر کا تاج
سو ہے خاک اور خوں میں آلودہ آج

اسمٰعیل

۸۳۔ فنا

سامنے آنکھوں کے دریا سبز لہراتا ہوا | ناز سے جھونکا نسیمِ صبح کا آتا ہوا
برف کی وردی میں لشکر ابر کا جاتا ہوا | موسمِ گلہائے رنگیں دل کو تڑپاتا ہوا

اپنے اپنے وقت پر ہر اک فنا ہو جائیگا
دیکھ لینا چار دن میں کیا سے کیا ہو جائیگا

پھر نہ بحرِ نیلگوں اس لطف سے لہرائیگا | نے کوئی جھونکا ہوا کا باغ میں پھر آئیگا
ابر کا ٹکڑا اننگ صورت نہ پھر دکھلائیگا | شیشۂ دل سنگ ناکامی سے ٹکرا جائیگا

نام رہ جائے گا باقی بس خدائے پاک کا
نقش وہ مٹ کر رہے گا جو بنا ہی خاک کا

جا چکی ہم سے ہمیشہ کے لیے فصلِ بہار ‏ ‏ ‏ ‏ موت دروازہ پہ کرتی ہے ہمارا انتظار
چھوڑتے جاتے ہیں بزمِ عیش یارِ غمگسار ‏ ‏ ‏ ‏ ہم کو بھی جانا پڑے گا ہو گی جب اپنی پکار

گردشِ چرخِ بریں نیچا ہمیں دکھلائے گی
مادرِ گیتی ہمیں آغوش میں بٹھلائے گی

جس جگہ احباب کی اپنی رسائی تک نہیں ‏ ‏ ‏ ‏ بزمِ عشرت کی صدا جس گھر میں آتی تک نہیں
نغمۂ بلبل جہاں دیتا سنائی تک نہیں ‏ ‏ ‏ ‏ بھول کر جس جا نسیمِ صبح آتی تک نہیں

ایسے ویراں گھر میں ہم کو چھوڑ جائیں گے عزیز
بعد مردن ہم نہیں گویا رہے ان کے عزیز

عالمِ پیری ہے چہرہ ہو گیا ہے زرد فام ‏ ‏ ‏ ‏ دانت رخصت ہو گئے بازو نہیں دیتے ہیں کام
جسم ٹھنڈا ہو گیا ہے موت کا پہنچا پیام ‏ ‏ ‏ ‏ کوس رحلت بج گیا اپنا بھی یارو السلام

مادرِ گیتی یوں ہی اک دن فنا ہو جائیگی
چار دن میں آب و تاب اس کی ہوا ہو جائیگی

ہم نہیں دنیا میں جب بادِ نسیم آیا کرے ‏ ‏ ‏ ‏ موجِ بحرِ نیلگوں سر اپنا ٹکرایا کرے
صبحِ عشرت آسماں سے نور برسایا کرے ‏ ‏ ‏ ‏ شامِ وصلت عاشقوں کو لطف دکھلایا کرے

ہم کو کافی ہو زمیں دو ہاتھ سونے کے لئے
فرش خاکی خوب ہے اپنے بچھونے کے لئے

جلد ۴

عزیز الرحمن صاحب بلگرامی

۴۸۔ فنا

ہے یقیں اس کا کہ اک دن یہ گماں کچھ بھی نہیں
یہ زمیں کچھ بھی نہیں یہ آسماں کچھ بھی نہیں

کیا ہے انساں ایک مشتِ استخواں کچھ بھی نہیں
بلبلا پانی کا ہے عمرِ رواں کچھ بھی نہیں

سب ہیں فانی کیا زمیں کیا آسماں کچھ بھی نہیں
اک خدا کو ہے بقا دونوں جہاں کچھ بھی نہیں

زندگی تک ایک عالم جن کے تھا زیرِ نگیں
بعد مُردن ان کا اب نام و نشاں کچھ بھی نہیں

رنگ کیا فصلِ خزاں لائیگی رکھ اس کا خیال
پھول کی دو دن بہار اے باغباں کچھ بھی نہیں

آہ سے مظلوم کی ڈر ظالمِ نخوت پرست
سامنے جس کے زمین و آسماں کچھ بھی نہیں

کیسی نادانی ہے کارِ خیر میں کرتا ہے ڈھیل
موت کے تو سامنے پیر و جواں کچھ بھی نہیں

ذہین

جلد۴

۸۵۔ فسانۂ دل

نہ سنے دردِ دل مرا نہ سنے میں کہوں گا سنے وہ یا نہ سنے
لاکھ دلچسپ ہے مرا قصّہ مگر اس نے کبھی سنا نہ سنے
جو کوئی درد آشنا ہو امیر
اِدھر آئے مرا فسانہ سنے

امیر

۸۶۔ دیوانہ فرزانہ

دل تو دل عرش معلےٰ بھی لرز جائیگا تیرا دیوانہ اگر بر سرِ فریاد آیا
میری امید ولی گر نہ برائی ہو گی مرے مولیٰ تری کیا شان خدائی ہو گی
دیکھ اتنا نہ ستا مجھکو ستمگر ورنہ میرے نالوں کی بہت دُور رسائی ہو گی
میری فریاد یہاں کوئی سنے یا نہ سنے آپ سن لینگے جہاں جا کے سنائی ہو گی
رازِ دل اپنا کسی سے نہ کہو اے حالی
بات جو نکلے گی منہ سے وہ پرائی ہو گی

حالی

جلد ۴

۸۰ - ماں کی آس مراد

دل سی اس ماں کے کوئی آس کی خوشیاں پوچھے　　منتیں مان کے بچّے کو ہو پایا جس نے
کس کس انداز سے لیتی ہی بلائیں اس کی　　کس کس امید پہ جاں اس پہ ہی قربان کی
بوسہ لیتی ہی کبھی اس کی جبیں کا خوش ہو　　دودھ پھر گود میں لے کر ہی پلاتی اسکو
کبھی گہوارے میں لیجا کے سلاتی ہی اُسے　　پھر اُٹھا کر کبھی چھاتی سی لگاتی ہی اُسے
پھر وہ اس کو ہی اک انداز سے لوری دیتی　　بھینی بھینی عجب آواز سے لوری دیتی
رہتی ہی دُھن میں اسی کی وہ غریب آٹھ پہر　　گھٹنیوں چلنے لگا جب وہ ذرا لختِ جگر
پھر تو رستے میں ہی اس کے وہ بچھاتی آنکھیں　　پاؤں اور گھٹنوں سے اس کے ہی لگاتی آنکھیں
واری جاتی ہی کبھی ہوتی ہی قربان کبھی　　کبھی دل اس پہ فدا کرتی ہے اور جان کبھی
کرتی ہی سالگرہ اس کی بڑی دھوم سی وہ　　جی کو خوش کرتی ہی اس شادیٔ معصوم سے وہ
پوری کرتی ہی سبھی اپنے وہ دل کے ارماں　　سارے کنبہ کو بلاتی ہے گھر اپنے مہماں
سو سو انداز سے کرتی ہی وہ بچّے کا سنگار　　دیکھتی ہی وہ پھر امید کی خوشیوں کی بہار
جوں جوں بڑھتا ہی اسی طرح وہ اس کا فرزند　　ہوتی جاتی ہی اُمیدوں کی خوشی بھی صد چند
پھر وہ پڑھنے کے لئے رکھتی ہی تاکید مدام　　ہر طرح سے اسے دیتی ہے ہمیشہ آرام

کہتی ہے اس کو خدا جلدی سے پروان چڑھائے
چھوٹی سی عمر میں بچہ مرا قابل ہو جائے
جب وہ لکھ پڑھ کے ہوا نیکی بدی سے آگاہ
کرتی ہے وہ بڑی تیاری سے پھر اس کا بیاہ

ہوتی ہے باپ کو بھی گرچہ بہت سی ہی خوشی
پر کہاں اس کو ہوا کرتی ہے ماں کی سی خوشی

اشرف

۸۰۔ روزِ عید

جہاں میں روشنیِ صبح بھی نہ پھیلی تھی
خوشی میں عید کی موذن نے پہلے ہی سے اذاں
گھروں میں بچے جو پچھلے پہر سے جاگے تھے
ہے شوقِ عید میں بیتاب ان کو نیند کہاں
اذاں کے سنتے ہی کہتے ہوئے یہ اٹھ بیٹھے
کریں گے غسل سویرے سے کپڑے لا اماں

کہا کسی نے کہ سردی ہے دھوپ تو نکلے
مچل کے بولے نہائیں گے ہم ابھی ہاں ہاں

وہ دیکھو صبح بھی اب صاف ہو گئی ظاہر
ہوا وہ مطلعِ مشرق سے مہر نور افشاں
ہر ایک سمت سے ظاہر خوشی کے ہیں آثار
ہے آج جمع مسرت کا ہر طرف ساماں
ہر اک ہے بننے سنورنے کی فکر میں مصروف
بنا ہوا ہے خوشی کا چمن ہر ایک مکاں

وہ دیکھو غسل کوئی کر رہا ہے ہنس ہنس کر
بدل رہا ہے کوئی کپڑے اور ہے شاداں
سنور رہا ہے کوئی، مل رہا ہے عطر کوئی
کوئی حسین ہے آئینہ دیکھکر نازاں
لو آفتاب بھی اب ہو گیا کچھ اور بلند
نماز کے لیئے نکلا ہر ایک خورد و کلاں
کوئی فٹن پہ ہے بگی پہ کوئی ٹمٹم پر
پیادہ پا ہے کوئی سوئے عیدگاہ رواں
بغل میں کوئی لیے جا رہا ہے بچوں کو
کسی کی تھامے ہوا انگلی طفل ابجد خواں
وہ کون ہے کہ نہیں آج جس کے دل میں خوشی
وہ کون ہے کہ ہنسی ہو نہ جس کے لب پہ عیاں

انجم

۸۹- ایک یتیم کی عید

عید کے دن جب خوشی تھی ہر طرف پھیلی ہوئی
ایک بچی چھوٹی سی کوٹھے پہ اپنے چڑھ گئی
اس نے دیکھا اپنے ہمسایہ کے گھر کا ماجرا
یعنی تھا محوِ خود آرائی ہر اک چھوٹا بڑا
ایک جانب بیٹھیں سو تیاں اک طرف کھانے چنے
کھا رہے تھے بیٹھے بیحد شوق سے چھوٹے بڑے
باپ سے بچے لپٹ جاتے نہایت شوق سے
باپ بھی ان کو محبت سے لگا لیتا گلے

بچے بچے کا یہی شکوہ تھا پیہم باپ سے ۔۔۔ آج تو ہم اتنی کم عیدی نہ لیں گے آپ سے

جگمگاتی پھر رہی تھیں چھوٹی چھوٹی بچیاں
دیکھ کر خوش ہو رہے تھے دل ہی دل میں باپ ماں

دیکھکر یہ حال لڑکی کوٹھے سے آئی اُتر ۔۔۔ اور لپٹ کر ماں سے یوں کہنے لگی با چشم تر
آپ نے اماں سویّاں تک نہ دیں مجھکو پکا ۔۔۔ ایک پیسہ بھی نہ عیدی کا مجھے اب تک ملا
حال میرا آپ آخر دیکھتی ہیں یا نہیں ۔۔۔ عید کے دن بھی مرے تن پر نیا کپڑا نہیں
اوڑھنی کو دیکھیے ہے کس طرح سے تار تار ۔۔۔ پائجامے میں نہیں پیوند کا کوئی شمار

دیکھیے کرتے کو اس کا بھی تو دامن چاک ہے
جب یہ ہو کپڑوں کی حالت عید کیا پھر خاک ہے

ہاتھ اس کے سر پہ رکھکر ماں لگی کہنے کہ ہاں ۔۔۔ اے مری بچی اگر دیتا مجھے کچھ بھی خدا
کیوں تجھے ترساتی میری جان بے مانگے ہوئے ۔۔۔ کیا تجھے کپڑے بنا دیتی نہ ہی عید کے
تجھپہ میں قربان جاؤں اے مری نورِ نظر ۔۔۔ سچ تو یہ ہے تیرے ہی دم سے اُجالا ہے یہ گھر
سینکڑوں ارماں ہیں سینے میں لاکھوں حسرتیں ۔۔۔ ہاتھ ہی خالی ہو جب اپنا تو آخر کیا کریں

کڑھ رہی ہوں دل ہی دل میں تیری حالت دیکھکر
چھوٹ جاؤں غم سے مر جاؤں اسی غم میں اگر

جلد ۴

سُن کے دُکھیا ماں کی وہ باتیں پشیمان ہو گئی
ڈال کر باہیں گلے میں اس طرح کہنے لگی

تم کو رنجیدہ اگر کرتی ہیں یہ باتیں مری
لو قسم کھاتی ہوں امّاں اب نہ مانگوں گی کبھی

تم اُنھیں کپڑوں کو سیدو گی تو خوش ہو جاؤں گی
ٹکڑی باسی روٹی ہی کے شوق سے میں کھاؤں گی

ریس اوروں کی کروں گی اب نہ امّاں جان میں
ہیں ہمیں پیارے اگر وہ اُن کو تو پیارے ہم بھی ہیں

اک سہارا میرا اے دے کے تمہاری ذات ہے
میں گڑھاؤں تم کو آخر یہ بھی کوئی بات ہے

لڑکیو ہر وقت مانگو تم خدا سے یہ دُعا
عمر بھر سایہ تمہارے سر پہ ہو ماں باپ کا

ہے دعا تجھ سے اڈیٹر کی بھی اے پروردگار
ہو جدا ماں باپ سے اپنے نہ کوئی زینہار

محمدی بیگم

۹۔ طالبِ علم کی اُمید

ہیں کتب خانۂ ہستی میں بہت صاحبِ علم
اور بہت مدرسۂ دہر میں ہیں طالبِ علم

سو رمحنت سے بہاتے ہیں پسینے اپنے
حسرتوں سے کیے لبریز ہیں سینے اپنے

نہ تو کھانے کا ہے کچھ فکر نہ پانی کا خیال
ذوقِ راحت ہے نہ ہے لطفِ جوانی کا خیال

ہو گئے وصل کتابوں میں ہیں فصلی کی طرح
بلکہ پیوند ورق ہیں جزِ اصلی کی طرح

پھرتے دن بھر ہیں کتابیں لیے سودائی سے
ہاتھ اُٹھا بیٹھے اسی شغل میں بینائی سے

تن کو راحت نہیں اور جان کو آرام نہیں — دن ہو یا رات انہیں محنت کے سوا کام نہیں
روز و شب خونِ جگر اپنا جو کھاتے ہیں وہ — اور بلا بارِ مشقت کی اٹھاتے ہیں وہ — جلد۴
ان مصائب کی ہے تو ہی انہیں طاقت دیتی — لطفِ انجام سے ہے حسنِ لیاقت دیتی
دیدۂ دل میں لگا دیتی ہے سرمے کیا کیا — دیتی ہے شاہدِ مقصود کو جلوے کیا کیا
اہلِ تصنیف کو ہے عمرِ دوامی دیتی — بادۂ شوق سے ہے عیش مدامی دیتی
سطحِ کاغذ پہ تو اک باغ کھلا دیتی ہے — برگ و بار اس میں مرادوں کے لگا دیتی ہے

ہوتے شاداب ہیں دل ہائے فسردہ ان سے
تازہ دم ہوتے ہیں سب دلِ مردہ ان سے

آزاد

۹۱- غریب طالبِ علم

بیکسی پر ان کی اے نادان نہ جانا چاہیے — رحمتِ حق کے لیے آخر بہانا چاہیے
ان غریبوں میں بہت سے صاحبِ اقبال ہیں — نقدِ استعداد کی قبضہ میں مالا مال ہیں
دیکھنا اوجِ شرف پر جلوہ گر ہو جائیں گے — یہ ستارے ایک دن شمس و قمر ہو جائیں گے
ان غریبوں میں کوئی نقادِ علم و فن نہ ہو — بو علی سینا نہ ہو ان میں کوئی بیکن نہ ہو
رودکی ان میں نہ ہو دیکھو کوئی جاسر نہ ہو — ان پھٹے کپڑوں میں فردوسی نہ ہو ہومر نہ ہو

جلد ۴

کیا کوئی بھی صاحب فہم و ذکا ان میں نہیں
کیا خبر تجھکو معلم تیسرا ان میں نہیں

کیا عجب ان میں مجدّد یا مدقق کوئی ہو
شاید علّامہ ہو اُن میں یا محقق کوئی ہو

جوہر فنِ سخن شاید کسی کے پاس ہو
تجھکو ناداں کیا خبر ہے ان میں کا لبید ہو

دیکھنا اللہ کی ذرہ نوازی دیکھنا
ان میں سے نکلیگا کوئی فخر رازی دیکھنا

ایک دن یہ صاحب علم و عمل ہو جائیں گے
سینکڑوں مشکل مسائل ان سے حل ہو جائینگے

دیکھنا اللہ کی قدرت یہ کیا ہو جائیں گے
چار دن میں ملک کے حاجت روا ہو جائینگے

مرزا ہادی

۹۲- اندھی پھول والی کا گیت

گود میں مالن کی ہیں ٹوٹے ہوئے ڈالی کے پھول
لو خریدارو یہ اندھی بیچنے والی کے پھول

تم ہو جس دنیا کے ساکن نور کی دنیا ہے وہ
عالم ظلمات - مجھ مجبور کی دنیا ہے وہ

ہو مبارک تم کو دنیا کے نظارے دیکھنا
دن کو نور مہر شب کو چاند تارے دیکھنا

میں وہاں ہوں ہے اندھیرا گھپ جہاں چھایا ہوا
ہے تصوّر اس سیہ خانہ میں گھبرایا ہوا

تم کو قدرت نے عطا کی قوت نظارگی
اور میں محروم قدرت، بندگی بیچارگی

نظمِ دنیا کا ہے جامِ جم تمہارے واسطے
تم ہو عالم کے لیے عالم تمہارے واسطے

جلد۴
فلسفہ قدرت کا ان پھولوں میں دکھلاتی ہوں میں
ان میں جو خوبیاں ہیں تم کو سمجھاتی ہوں میں

طفلِ غنچہ بڑھ کے یہ آزاد گل بوٹے ہوئے
آ گئے ہیں اپنی ماں کی گود سے چھوٹے ہوئے

وہم ہے نقش و نگارِ گل غلط ہے یہ گماں
عارضِ گل پر ہیں پیاری ماں کے بوسوں کے نشاں

باعثِ عبرت ہے ان کا عالمِ افسردگی
مادرِ گیتی سے چھٹ کر پائی ہے پژمردگی

نازپروردِ چمن ہیں یہ جوانانِ چمن
حسن کی دنیا کے ساکن ہیں یہ یارانِ چمن

کل کے دن تک تھے یہی سب طرۂ دستارِ باغ
ان کی رونق دیکھتی تھی نرگسِ بیمارِ باغ

دستِ گلچیں سے حفاظت دل میں تھے ٹھانے ہوئے
خارِ گلشن ہر طرف تھے برچھیاں تانے ہوئے

جب ہوئے پورے جواں تو ہو گئے عاشق مزاج
اب خود ان کو صاحبانِ حسن کی ہے احتیاج

آرزو یہ ہے کسی کی طرۂ دستار ہوں
خواہشیں یہ ہیں حسینوں کے گلے کا ہار ہوں

باوفا خود ہیں اور ہر حالت میں دلسوز ہیں
اور حسینوں کو اتالیقِ وفا آموز ہیں

ہمدمِ راحت بھی ہیں اور غمگسارِ غم بھی ہیں
رونقِ شادی۔ شریکِ محفلِ ماتم بھی ہیں

صرفِ بزمِ عیشِ معشوقِ ستم ایجاد بھی
اور کبھی زیبِ مزارِ عاشقِ ناشاد بھی

لو خریدارو چلو یہ بے رخی اچھی نہیں
رات بھر کی ہے یہ رونق صبح کو کچھ بھی نہیں

جلد۴

خندہ زن ہیں ایک شب کی زندگانی کے لئے
اپنے گھر لیجاؤ ان کو میہمانی کے لئے

سیدہ مہدی حسن صاحب احسن لکھنوی

۹۳ - پپیہے

وہی تان پھر سنا دے مرے خوشنوا پپیہے
مرے دلربا پپیہے مرے خوش ادا پپیہے

اسی دردمند دل سے اسی صوتِ مضمحل سے
ترے عشق کے تصدق وہی راگ گا پپیہے

مری نیند اُچھٹ گئی ہے تری صوتِ جانفزا سے
دلِ مضطرب ہے بیکل اسے تو سُلا پپیہے

یہ گھٹائیں کالی کالی یہ ہوا کے سرد جھونکے
کوئی تان اُونچے سُر میں ہی پھر لگا پپیہے

تجھے روکے گل دکھادوں تجھے سرو سے ملادوں
تری بیکلی کا آخر ہے علاج کیا پپیہے

یہ غضب کی آہ وزاری یہ بلا کی بیقراری
تجھے کس کا ہے تصوّر ہمیں کچھ بتا پپیہے

رواں

جلد ۴

پی - پی

پپیہے او پپیہے تو یہ کیوں آنسو بہاتا ہے
زباں پر تیری پی پی کس لئے رہ رہ کر آتا ہے
صدائے دردِ غم کیوں دردمندوں کو سناتا ہے
جو خود ہی جل رہا ہو اور کیوں اسکو جلاتا ہے

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈالوں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

شمیم زلفِ عنبر بیز پھیلاتا ہے کیوں ظالم
تجھے افشائے رازِ دوستاں بھاتا ہے کیوں ظالم
مرے آگے ترانہ عشق کا گاتا ہے کیوں ظالم
کسی کا نام لے لے کر یہ چلاتا ہے کیوں ظالم

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈاروں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

غمِ آرام جاں ہیں اور بے آرام کرتا ہے
رموزِ خاصِ عشق و عاشقی کیوں عام کرتا ہے
سرِ بازار نامِ یار کیوں بدنام کرتا ہے
کسی کے راز کیوں کمبخت طشت از بام کرتا ہے

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈاروں وا پہ نون
میں پیو کی، اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

اندھیری رات میں سوتوں کو چونکا دے نہ چلا کر
برنگِ بوئے گل نادان جامے سے نہ ہو باہر

اری ننھی سی چڑیا جان ننھی سی زباں گز بھر — چڑھا دے گا کوئی منصور کی مانند سولی پہ

حلیہ

کاٹوں توری چونچ پیہے ڈاروں اپہ نون

میں پیو کی اور پیو مورا، تو پی کہے سو کون

امجد

۹۵۔ بلبل

واہ کیا خوب پر و بال نکالے بلبل — اُڑتے ہی پڑ گئی صیاد کے پالے بلبل

تو گرفتار ہے صیّاد کا سمجھے تو مزاج — تھوڑی تھوڑی ابھی آواز نکالے بلبل

خوش بیانی ہے تری سارے چمن میں مشہور — کچھ تو صیّاد کو باتوں میں لگالے بلبل

دھیان صیّاد کا گلچیں کا خطر خوفِ خزاں — ہو بلا ایک تو سر سے اُسے ٹالے بلبل

پھول گلشن میں نہ آئے تھے کہ صیّاد آیا

دل کے ارمان کہو خاک نکالے بلبل

امیر

جلد ۴

۹۶- وداعِ بلبل

کہو بلبل کو لیجائے چمن سے آشیاں اپنا ۔۔۔ پڑھے گر صد ہزار افسوں نہ ہوگا باغباں اپنا
ہوئی جب باغ سے رخصت کہا رو رو کے با قسمت ۔۔۔ لکھا تھا یوں کہ فصلِ گل میں چھوڑوں آشیاں اپنا
حسرت رہ گئی کس کس مزے سے زندگی کرتے ۔۔۔ اگر ہوتا چمن اپنا گل اپنا باغباں اپنا

نہ تو نے گل کیا اپنا نہ بلبل باغباں اپنا
چمن میں کس بھروسے پر بنایا آشیاں اپنا

علی گوہر

۹۷- بلبل اسیر

چھاتی قفس میں داغ سے ہو کیوں نہ رشکِ باغ
جوشِ بہار تھا کہ ہم آئے اسیر ہو

مجھ کو نہ دے ہمصفیر مژدہ فصلِ بہار ۔۔۔ آہ کہ صیاد کے دل پہ نہیں اختیار
یاد ہیں وہ دن کہ جب باغ میں تھا آشیاں ۔۔۔ آہ وہ طرفِ چمن اور وہ سرِ شاخسار
نور کا تڑکا ہوا، اور یہ عالم ہوا ۔۔۔ آئی نسیمِ سحر باغ میں مستانہ وار

یوں دہنِ غنچہ سے، قطرۂ شبنم گرے ۔۔۔ وہ وہ اُگلنے لگے جیسے کوئی شیر خوار
آئی کسی شاخ سے، ایسی سُریلی صدا ۔۔۔ جیسے بجائے کہیں بین کوئی بین کار جلد۴
بھیرویں اُٹھنے لگی، باغ میں چاروں طرف ۔۔۔ تانیں اڑانے لگی اُونچے سروں میں ہزار
مرغِ چمن اڑ کے سب نغمہ سرا جس طرح ۔۔۔ کوک دے ارگن کوئی اور الاپے بہار
تجھ سے کہاں تک کہوں قصۂ دردِ دراز ۔۔۔ ہم اسی حیرت میں تھے اتنے میں اک بد ادا
لے کے کوئی دام سخت، آ گیا گلزار میں ۔۔۔ ہم جو ہیں اُڑنے لگے ہو گئے اُس کے شکار
آہ وہ آزادیاں راس نہ آئیں ہمیں ۔۔۔ عہدِ مسرت مگر ہم سے نہ تھا استوار
اس کو ہوئیں مدّتیں ہم ہیں اسیرِ قفس ۔۔۔ اب ہیں نہ وہ چہچہے اور نہ باغ و بہار
سامنے ہے یہ قفس اور یہی تیلیاں ۔۔۔ ہے یہی آب و ہوا اور یہی لیل و نہار
قید میں گزری ہے عمر چھوٹنے سے یاس ہے ۔۔۔ مرگ کی ہے آرزو موت کا ہے انتظار
آہ کہ طبعِ چمن ہم سے موافق نہ تھی ۔۔۔ آہ مزاجِ بہار ہم سے نہ تھا سازوار

حالتِ مرغِ اسیر تجھ سے کہوں کیا جگر
دیدۂ عبرت سے ہوں اشک رواں بار بار

ہرتا

جلد۴

۹۸- بلبل کی فریاد

صیاد نے چھڑایا جس دن سے آشیانہ — پہلو میں دل کے بدلے غم نے کیا ٹھکانا
گلزار سے نکالا قیدِ قفس میں ڈالا — بیدرد کچھ نہ سمجھا ظالم نے کچھ نہ جانا
آزاد تھا کبھی میں دل شاد تھا کبھی میں — تھے وہ بھی دن الٰہی تھا وہ بھی اک زمانا
روتا ہوں خوں کے آنسو آتا ہے یاد جس دم — غنچوں کا مسکرانا پھولوں کا کھل کھلانا
موجِ صبا کا چلنا تھم تھم روش روش پر — شاخوں کا جھوم جانا سبزے کا لہلہانا
وہ جانفزا ہوائیں وہ دلکشا گھٹائیں — مرغانِ ہمنوا کا ساون کے گیت گانا
بارش کی وہ پھواریں برسات کی بہاریں — پتلی سی ٹہنیوں پر وہ جھولنا جھولانا
صحنِ چمن میں پھرنا وہ شب کو چاندنی میں — دل میں سرور آنا آنکھوں میں نور آنا
وہ شام کے نظارے جگنو وہ پیارے پیارے — وہ صبح کے ستارے اُن کا وہ جھلملانا

اس قیدِ بیکسی کا کب تھا خیال مجھکو
ملجائیں کاش واپس وہ ماہ و سال مجھکو

بے رحم کے ستم کی گھڑیاں اُٹھا رہا ہوں — بیداد سہ رہا ہوں دکھ درد پا رہا ہوں
مجھ بے زباں کی بولی کوئی نہیں سمجھتا — ہرچند چیخ کر میں دُکھڑا سنا رہا ہوں

قسمت کو رو رہا ہوں میں اور یہ ستمگر
دل میں سمجھ رہا ہے خوش ہو کے گا رہا ہوں

جلد۴ اک آگ سی لگی ہے یادِ وطن کی دل میں
رو رو کے آنسوؤں سے اس کو بجھا رہا ہوں

سب ہمصفیر میرے خوشیاں منا رہے ہیں
تن تن کے اڑ رہے ہیں اُڑ اُڑ کے گا رہے ہیں

اے کاش جا کے بیٹھوں پھر کنج دلنشیں میں
گاتا پھروں ترانے گلشن کی سبز زمیں میں

سوزِ نہاں بجھاؤں جوئے چمن پہ جا کر
پھر جا ملوں میں اپنے یاران واہ چمن میں

یہ تیلیاں قفس کی اے کاش پھونک ڈالوں
اتنا اثر تو یارب ہو آہِ آتشیں میں

اُجڑا ہوا نشیمن پھر جا بساؤں اپنا
اب کے جو تھا بنایا گلہائے یاسمن میں

کب ہو مجھے رہائی کب آشیاں میں پہنچوں
اپنے وطن کو جاؤں، اپنے مکاں کو پہنچوں

محروم

۹۹- ایک پرندے کی فریاد

آتا ہے یاد مجھ کو گزرا ہوا زمانہ
وہ جھاڑیاں چمن کی وہ میرا آشیانہ

وہ ساتھ سب کے اُڑنا وہ سیر آسماں کی
وہ باغ کی بہاریں وہ سب کا مل کے گانا

پتوں کا ٹہنیوں پہ وہ جھومنا خوشی میں　　ٹھنڈی ہوا کے پیچھے وہ تالیاں بجانا

جلد۴

آزادیاں کہاں وہ اب اپنے گھونسلے کی

اپنی خوشی سے جانا اپنی خوشی سے آنا

لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم　　شبنم کا صبح آ کر پھولوں کا منہ دھلانا

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت　　آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانا

تڑپا رہی ہے مجھ کو رہ رہ کے یاد اسکی　　تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب ودانا

اس قید کا الٰہی دکھڑا کسے سناؤں

ڈر ہے یہیں قفس میں، میں غم سے مر نہ جاؤں

کیا بد نصیب ہوں میں گھر کو ترس رہا ہوں　　ساتھی تو ہیں وطن میں، میں قید میں پڑا ہوں

آئی بہار کلیاں پھولوں کی ہنس رہی ہیں　　میں اس اندھیرے گھر میں قسمت کو رو رہا ہوں

باغوں میں بسنے والے خوشیاں منا رہے ہیں　　میں دل جلا اکیلا دکھ میں کراہتا ہوں

آتی نہیں صدائیں ان کی مری قفس میں

ہوتی مری رہائی اے کاش میرے بس میں

ارمان ہے یہ جی میں اڑ کر چمن کو جاؤں　　ٹہنی پہ گل کے بیٹھوں آزاد ہو کے گاؤں

بیری کی شاخ پر ہو ویسا ہی پھر بسیرا　　اس اجڑے گھونسلے کو پھر جا کے میں بساؤں

گلچیں پھولوں چمن میں ڈالے نہ ڈالے ساتھی جو ہیں پرانے آئیں وہ ملنے

پھر دن پھریں ہمارے پھر سیر ہو وطن کی

اڑتے پھریں خوشی سے کھائیں ہوا چمن کی

جب سے چمن چھٹا ہے یہ حال ہو گیا ہے دل غم کو کھا رہا ہے غم دل کو کھا رہا ہے

گانا اسے سمجھ کر خوش ہوں نہ سننے والی دکھے ہوئے دلوں کی فریاد یہ صدا ہے

آزاد جس نے ہو کر دن اپنے ہوں گزارے اس کو بھلا خبر کیا یہ قید کیا بلا ہے

آزاد مجھ کو کر دے او قید کرنے والے

میں بے زباں ہوں قیدی تو چھوڑ کر دعا لے

اقبال

چڑیا کی زاری

اے بد نہاد لڑکے اے نابکار لڑکے یہ کیا کیا خدا کی تجھ پر ہو مار لڑکے

نازل غضب خدا کا تجھ پر اسی گھڑی ہو اور موت لیکے خنجر سر پر ترے کھڑی ہو

ظالم خدا کرے تو بچپن میں جان کھوئے میری طرح سے تیری ماں زار زار روئے

بے رحم کیا بگاڑا ان بیچاروں نے تیرا نقصان کیا کیا تھا ان کے گھروں نے تیرا

جلد۴

اب تک تھے اُنکھوں نے سناکی پہ سنبھالے | میرے غریب بچے، میرے وہ بھولے بھالے
کن کن مصیبتوں سے ننھا آشیاں بنایا | لا لا کے تنکا تنکا تھا گھر یہاں بنایا
وہ گھر کہیں پڑا ہے بچے کہیں پڑے ہیں | دور از مکان ویران بیکس کہیں پڑے ہیں
وہ میرا گھر میں آنا۔ انکا وہ چہچہانا | ان کا وہ لاڈ کرنا میرا وہ صدقے جانا
کن کن دکھوں سے ہائے بچوں کو میں نے پالا | پڑنا تھا وائے قسمت اس پر جفا سے پالا

مٹی پہ ہائے بیجاں پڑے ہوئے ہیں
کس نیند میں یہ میرے ناداں سوئے ہوئے ہیں

افسوس نسل انساں تجھ میں وفا نہیں ہے | کہتے ہیں اُنس جسکو تجھ میں ذرا نہیں ہے
تیغ جفا سے ظاہر تیری سناں سے باہر | جور و جفا ہیں تیرے حد بیاں سے باہر
ہمسائگی میں تیرے آ کر کہیں ہوئے تھے | لچھن ترے مگر ہم کچھ جانتے نہیں تھے
سختی تری ستمگر کتنی ہے بیکسوں پر | یہ جبر بے تحاشا یہ جور بے بسوں پر

غدار بے وفائی تیری سرشت میں ہے
تیرا ہی ڈیرہ دنیائے زشت میں ہے

نزدیک نسلِ انساں ہرگز کوئی نہ آئے | اپنے جگر پہ زخمِ تیغِ ستم نہ کھائے
اس میل جول کا گر انجام جانتی میں | کمبخت دل کا کہنا ہرگز نہ مانتی میں

جلد ۴

جنگل میں جا کے اپنا میں آشیاں بناتی خطرے میں اپنی جاں کو ہرگز نہ ڈالتی میں

میں ان کو لا کھلاتی جنگل سے جا کے دانے

جب تک نہیں ہوئے تھے کمسن مرے سیانے

مجھ پر ستم ہوا ہے اے جسم و جاں کے مالک اے دادگر زمیں کے اے آسماں کے مالک

میں بے زباں ہوں کرتی فریاد تیرے آگے کہتی ہوں اپنے غم کی روداد تیرے آگے

اب کس طرف کو جاؤں میں بے زباں چڑیا

میں غم کی ماری چڑیا، میں خستہ جاں چڑیا

محروم

۱۰۱۔ ماتمِ بلبل

"یہ بلبل کا غم ہے نہ مضمون خیالی"

ذرا دیکھ اپنے چمن کو تو مالی نظر آ رہا ہے یہ کچھ خالی خالی

نہ پھولوں کا ہنسنا نہ بلبل کا رونا نہ رنگیں جمالی نہ شیریں مقالی

پڑی مردہ کنجِ قفس میں ہے بلبل وہ ہر دل کی پیاری وہ نازوں کی پالی

نشاں ضرب کے ہیں تنِ نازنیں پر یہ گلچیں نے جاں اسکی کیوں لے خطا لی

جلد ۴

یقیناً جب اس نے گلِ تر کو توڑا — تو شیون سے اس نے اک آندھی اٹھالی

یہی ہاں یہی ننھی منّی سی چڑیا — کہ گل جس نے یوں راہِ ملکِ بقا لی

نظر اس پہ رکھتی تھی جس کے مکاں تک — گیا ہے نہ جائیگا پیکِ خیالی

زمانہ میں تھا شور اس کی فغاں کا — ثنا گر تھے اس کے ادانی اعالی

طیورِ چمن مرتے تھے اس کی لَے پہ
غرض جانِ گلزار تھی مرنے والی

بُرے وقت میں کوئی آڑے نہ آیا — کہاں تھے یہ گل کے اہالی موالی

یہ سوسن نے گونگے کا کھایا تھا کیوں گڑ — نہ کچھ بات اس نے زباں سے نکالی

یہ کہتی کہ ظالم ذرا ڈر خدا سے — یہ تھی بات سیدھی نہ طعنہ نہ گالی

رہیں مہر بر لب نہ کچھ منہ سے پھوٹیں — اب ایسی بھی کلیاں نہ تھی نری بالی

نہ سمجھو کہ ہے بیخبر اس ستم سے — خداوند قدوس کی ذاتِ عالی

ستم کا عوض لے گا اور جلد لیگا — وہ بیکس کا وارث وہ بیبس کا والی

مگر شانِ قہرِ خداوند کے ہیں — کرشمے انوکھے ادائیں نرالی

شکنجہ میں کستا ہے وہ ڈھیل دیکر — کہ ہے بے نیہ اس کی شانِ جلالی

بہت جلد خوں رنگ لائیگا اسکا — نہ فریادِ بلبل کی جائے گی خالی

پڑینگے اسے اپنے جینے کے لالے
چھپے گی نہ گلچیں کے دامن کی لالی

ایک مسلمان خاتون از علی گڑھ

۱۰۲- کلی کی بے کلی

نسیم نے مجھے آ آ کے گدگدایا ہے — اسی سے میرے لبوں پر تبسم آیا ہے
یہ میری بو کو نہ چھوڑیگی میں سمجھتی ہوں — مرے حجاب کو توڑیگی میں سمجھتی ہوں
بنے گی ہاتھ مرے پیرہن کو کھولے گی — کلید ہو کے یہ قفل دہن کو کھولے گی
جو میں ہنسونگی تو گلچیں مجھے نہ چھوڑے گا — وہ سلسلہ مری حبّ وطن کا توڑے گا
شجر کی شاخ نہ مجھ کو نصیب پھر ہوگی — شعاعِ مہر نہ میرے قریب پھر ہو گی
کہاں یہ رات کو تاروں کی چھاؤں میں رہنا — جگر چھدے گا بنونگی میں ہار یا گہنا
گلے پڑونگی میں جسکی وہ ملکے چھوڑیگا — مرے لباس کی رنگت بدلکے چھوڑے گا
جفائیں سہنے کو شاید جہاں میں آئی ہیں — ہوئی یہ چوک کہ حسن اور جاں لائی ہیں
کہے یہ کون کہ اللہ سے ڈرو گلچیں — یہ بے زبان ہے نہ اس پر ستم کرو گلچیں

وہ کیا سنے گا اسے کوڑیوں کا لالچ ہے
طمع ہے سخت بری چیز شوق یہ سچ ہے

جلد ۴

شوق قدوائی

۱۰۳- پھول کی فریاد

کیا خطا میری تھی ظالم تو نے کیوں توڑا مجھے
کیوں نہ میری عمر ہی تک شاخ میں چھوڑا مجھے
جانتا گر اس ہنسی کے دردناک انجام کو
میں ہوا کے گدگدانے سے نہ ہنستا نام کو

شاخ نے آغوش میں کس لطف سے پالا مجھے
تو نے ملنے کے لیے بستر پہ لا ڈالا مجھے
میری خوشبو سے بسائے گا بچھونا رات بھر
صبح ہوگی تو مجھے تو پھینک دیگا خاک پر

پتیاں اڑتی پھریں گی منتشر ہو جائیں گی
رفتہ رفتہ خاک میں ملجائیں گی کھو جائیں گی

تو نے میری جاں لی دم بھر کی زینت کے لیے
جلد۴ کی جفا مجھ پر فقط تھوڑی سی فرحت کے لیے

دیکھ میرے رنگ کی حالت بدل جانے پہ ہے
پتّی پتّی ہو چلی ہے آب مرجھانے پہ ہے

پیڑ کے وہ سبز پتّے رنگ میرا اُن میں لال
جس طرح کاہی دوپٹے میں کسی گلرو کے گال

جس کی رونق تھا میں بے رونق وہ ڈالی ہو گئی
حیف ہے بچّے سے ماں کی گود خالی ہو گئی

تتلیاں بے چین ہونگی جب نہ مجھ کو پائیں گی
غم سے بھونرے روئیں گے اور بلبلیں چلائیں گی

دودھ شبنم نے پلایا تھا ملا وہ خاک میں
کیا خبر تھی یہ کہ ہے بے رحم گلچیں تاک میں

مہر کہتا ہے مری کرنوں کی سب محنت گئی
ماہ کو غم ہے کہ میری دی ہوئی رنگت گئی

دیدۂ حیراں ہے گیا رہی باغباں کے دل پہ داغ
جلد۴ شاخ روتی ہے کہ ہے ہے گل ہوا میرا چراغ

میں بھی فانی تو بھی فانی سب ہیں فانی دہر میں
اِک قیامت ہے مگر مرگِ جوانی دہر میں

شوق کیا کہتے ہیں تو سن لے سمجھ لے مان لے
دل کسی کا توڑنا اچھا نہیں تو جان لے

شوق قدوائی

۱۰۴۔ موسم سرما کا آخری گلاب

یہ آخری گلاب کا ہے یادگار پھول — اور شاخ پر کھلا ہوا تنہا چمن میں پھول
بیکس غریب فرقتِ احباب ہیں ملول — دھندلا سا اک چراغ تیرہ انجمن میں پھول

ہے کوئی غمگسار نہ ہمدم کوئی قریں — بچھڑے کبھی کے آشنا ہیں وہ خاندان کے پھول
رخصت ہوئی چمن سے رفیقانِ ہمنشیں — بکھرے پڑے ہیں خاک پہ اب گلستاں کے پھول

ننھی سی آہ کوئی کلی بھی نہیں قریب — ڈالے جو عکس پھول سی رُخ کا غریب پر
کچھ دردِ دل کا حال کہے جس سے غم نصیب — جو اس کی آہ سرد کو سُن کر ہو نوحہ گر

جلد ۲

کملا سنے دونگا تجھکو میں تنہا نہ شاخ پر
ڈر ہے نہ کنج میں تری مٹی خراب ہو

احباب سو رہے ہیں جہاں تیرے بے خبر
جا تو بھی اُنکے ساتھ ہم آغوشِ خواب ہو

کب تک زبان پہ فرقتِ احباب کا گلا
اب تیری پتیاں ہیں بچھاتا ہوں خاک پر

ہیں محوِ خوابِ مرگ جہاں تیرے آشنا
تجھکو بھی ان کے ساتھ سلاتا ہوں خاک پر

رخصتِ سفر اُٹھاؤنگا میں بھی جہاں سے جلد
احباب مجھسے جب مرے ہو جائیں گے جدا

چھوڑونگا مرکے ہجر کے دردِ نہاں سے جلد
تنہا کوئی جہاں میں جیا بھی تو کیا جیا

کیا لیکے آہ کوئی کرے عمرِ جاوداں
سنگِ وفا میں جب نہ رہی دُرِّ آب دار

یارانِ رفتہ کا ہے زیارت کدہ جہاں
میری بھی بیکسی کا بنے گا وہی مزار

جب اُٹھ گئے جہاں سے یارانِ زندہ دل
جی کر غمِ فراق کے صدمے سہے گا کون

گڑیاں تری اُٹھانے کو اے دردِ جاں گسل
اس غم کدے میں آہ اکیلا رہے گا کون

سرور

۱۰۵- دورِ بہار

پھول کھلنے سے ہوا سارا چمن رشکِ جناں
بلبلوں کا اس لیے انداز کچھ مستانہ تھا

اپنی خوبی پر تھا اترایا ہر ایک غنچہ وہاں
جلد ۲ قمریوں کا سرو سے برتاؤ بے باکانہ تھا

جھولتے گلہائے تر زربفت کے جھولوں میں تھے
جبکہ خود گلچیں بھی ان کے حُسن کا دیوانہ تھا

بے خطر پھرتا تھا ہر اک طائرِ شیریں زباں
اور یگانہ ہو گیا جو سبزہ بیگانہ تھا

چہچہانے کی صدائیں آ رہی تھیں کان میں
اس سے بڑھ کر کیا کہوں وہ اک عجائب خانہ تھا

یک بیک جھونکا ہوائے تند کا آیا وہاں
کچھ نہ تھا گویا کہ مدت کا وہ اک ویرانہ تھا

آشیانِ بلبلِ بیکس جو یوں درہم ہوا
زاغ کا اور بوم کا اب خاص خلوت خانہ تھا

دیکھ کر یہ حالِ دل منظورؔ یوں گویا ہوا
جو کہ دیکھا خواب تھا اور جو سُنا افسانہ تھا

منظورؔ

جلد ۴

۱۰۶۔ ختمِ بہار

ختم کیا صبا نے رقص، گل پہ نثار ہو چکی
جوشِ نشاط ہو چکا، صوتِ ہزار ہو چکی

رنگِ بنفشہ مٹ گیا، سنبل تر نہیں رہا
صحنِ چمن میں زینتِ نقش و نگار ہو چکی

مستیِ لالہ اب کہاں، اس کا پیالہ اب کہاں
دورِ طرب گزر گیا آمدِ یار ہو چکی

رُت وہ جو تھی بدل گئی آئی بس اور نکل گئی
تھی جو ہوا میں نکہتِ مشکِ تتار ہو چکی

اب تک اسی روش پہ ہے اکبرِ مست و بے خبر
کہدے کوئی "عزیز من فصلِ بہار ہو چکی"

اکبر

جلد۴

۱۰۷۔ سیلِ زمانہ

مگر او سیل حادثہ — خدارا صبر کر ذرا
یہ دیکھ سامنے ہی کیا — جزیرہ ایک خوش نما
ہری بھری یہ ڈالیاں — لالہ و گل کی لالیاں
یہ نہریں اور نالیاں — یہ لطفِ زندگی ہیں کیا
وہ دیکھ چند مہ جبیں — حسین اور نازنیں
لئے ستار اور بین — بلا رہے ہیں مجھ کو آ
نہیں یہ دیکھ لینے دے — یہ گانے سن تو لینے دے

ذرا سا دم تو لینے دے
مگر سنے تری بلا

یہ سامنے ہیں جو عیاں — مٹے ہوؤں کے ہیں نشاں
یہ دارا یہ نوشیرواں — ہیں یہ سب کے سب فنا
وہ رومیوں کی عز و شاں — وہ جامِ جم کی داستاں

حجازیوں کے وہ نشاں　　وہ ہندوچیں کی خوبیاں
وہ پہلوانِ نامور　　وہ خسروانِ تاجور
وہ اہلِ علم باہنر　　وہ دینِ حق کے راہبر
گئے یہ سب کے سب گزر
مگر رہی تجھے بقا
بہائے جا اُڑائے جا　　ڈبائے جا مٹائے جا
قسم ہے تجھکو اپنی ہی　　یہی روش نبھائے جا

ناشاد

۱۰۸- سحرِ موسیقی

یہ چھاؤں تاروں کی کھم کھم یہ نور کا تڑکا　　گلوں پہ شبنم تر کے یہ گوہرِ شہوار
یہ جوشش لالۂ صحرا یہ سبزہ کہسار　　یہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا یہ نسیمِ عنبر بار
یہ شاخ شاخ پہ اندازِ زمزمہ خوانی　　یہ طائرانِ ترنم سرائے فصلِ بہار
فضائے عرش میں نغمہ طراز کی قدرت　　ہوا کیے پردوں میں بانگِ سرورِ موسیقار

جلد ۴

یہ دلفریبیٔ دریا کا دل رُبا منظر	دمِ خرام یہ موجوں کی شوخیٔ رفتار

رواں ہے ہلکی سی اک سطحِ آب پر کشتی
اور اس میں ایک حسینہ بجا رہی ہے ستار

جبیں ہے چاند سی زلفِ سیاہ بھونرا سی	کنول سے پائے نگاریں ہیں پھول سے رخسار
لباسِ حسن ہے تصویرِ پاکدامانی	ہے ساری ہلکی سی ریشم کی ایک زیبِ کنار
غرض کہ حسن کی ہے سر سے پاؤں تک مورت	نظر فریب ادا۔ دلفریب نقش و نگار

سہیلی سامنے بیٹھی ہے اک سمن اندام
کہ جس کے باغِ جوانی میں ہے شروعِ بہار

عجیب دُھن سے ہے چھیڑا ترانۂ شیریں	کہ جھومتے لبِ ساحل ہیں وجد میں اشجار
فسونِ نغمہ میں دلکش سکون کچھ ایسا ہے	ٹھہر ٹھہر کے ہے چلتی صبا دمِ رفتار
گدازِ شوق کا عالم ہے قلبِ دریا میں	ہر اک موج میں ہے اضطراب نبض شرار
قریب ہو کے گزرتی ہے جوشِ مستی میں	عجیب لغزشِ مستانہ سے نسیمِ بہار
نہیں ہے اب لبِ قمری پہ نالۂ کو کو	شرابِ ذوقِ ترنّم سے ایسی ہے سرشار
صدائے نغمہ نے افسوں کچھ ایسا پھونکا ہے	کہ ہے سکوت میں مرغانِ شکّریں منقار

غرض کہ طرفہ ہی جادو فسونِ موسیقی
بشر تو کیا کہ بہائم کو کرتا ہے یہ شکار

شاکر

۱۰۹- بانسری

اے لو، وہ شیام نے لگا دی — لعلِ معجز نما سے بنسی
اب اس سے زیادہ کون سا ساز — پیدا ہوا اک نفس سے اعجاز
جنگل نغموں سے گونج اٹھا ہی — ہر ایک ترانہ دل رُبا ہے

نغمہ سازی ہی بانسری کا — عالم طاری ہی بیخودی کا
محوِ لذّاتِ جنّتِ گوش — طائرِ اشجار پر ہیں خاموش

یا بازِ نخبیر ہر چرندہ — مُرغِ تصویر ہر پرندہ
گویا کوئی کر گیا ہے جادو — سکتے میں کھڑے ہوئے ہیں آہو
پر اپنے سے مور بےخبر ہی — دُم ناچنے کو اٹھی ہوئی چینور ہی
لہراتے ہیں سانپ پھن اُٹھا کے — اک جذبۂ بیخودی میں آ کے

جلد ۴

جنگل کی ہر ایک بھینس گائے
سکتے میں ہے اپنا منہ اُٹھائے

جب وحشیوں کا ہوا ہی یہ طور
حالت انساں کی کیوں نہ ہو اور

گاؤں سارا گوالیوں کا
ہے محو سکوت اب کچھ ایسا

گویا آبادی ہنسیں ہے
خالی انسان سے زمیں ہے

بیکار ہیں جو ابھی تھے مشغول
کس شغل میں تھے گئے یہ سب بھول

کھیتوں میں جو ہل چلا رہے تھے
اور ساتھ ہی گنگنا رہے تھے

چُپ چاپ وہ اب کھڑے ہوئے ہیں
گویا کہ وہیں گڑے ہوئے ہیں

بچے گلیوں میں گھر کے اندر
ہیں ناچتے بانسری کی لے پر

سب عورتیں مائیں بیویاں سب
خاموش ہیں تھیں جہاں جہاں سب

ڈالا ہے وہ زیر و بم نے پھندا
چھوڑے بیٹھی ہیں گھر کا دھندا

جوبن جن پر شباب کا ہے
یہ نغمہ انھیں تو فتنہ زا ہے

دل کو ہے یہ بیقرار کرتا
آنکھوں کو ہے اشکبار کرتا

تھامے ہوئے ہیں جگر کو دل کو
سنتی ہیں نوائے متصل کو

جو واقفِ رازِ معرفت ہیں ق شنوندۂ سازِ معرفت ہیں
یہ ہنسی انھیں بھی ہے رُلاتی
پیغام ہی دوست کا سُناتی

جلد ۴

محروم

تمّت

جذباتِ فطرت

جلد چہارم

ضمیمہ

شعرا اور ان کا کلام

استدعا۔ ذیل میں شعرا کے متعلق جو جو حالات دریافت طلب ہیں۔
اگر کوئی صاحب اُن سے مطلع فرمائیں گے تو باعث شکر گذاری ہوگا۔

۱- احسن لکھنوی، سید مہدی حسن صاحب

صفحہ

وطن لکھنؤ

(۹۲) آندھی پھول والی کا گیت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۸

ضمیمہ جلد ۴ صفحہ

۲۔ آزاد : مولوی محمد حسین صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۸۳۱ء وطن دہلی وفات سنہ ۱۹۱۰ء مدفن لاہور

(۹۰) طالب علم کی امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۶

۳۔ اسمٰعیل : مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۸۴۴ء وطن میرٹھ وفات سنہ ۱۹۱۷ء مدفن میرٹھ

(۱) مروجہ شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱

(۲۷) یاد ایام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۰

(۸۲) میدان جنگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲۷

۴۔ اشرف :

(۸۷) ماں کی آس امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۳۲

۵۔ اعجاز : میر اعجاز حسین صاحب لکھنوی

(۳۴) زمزمہ نشاط ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۰

(۴۹) پیام مرگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۸

(۵۶) خواب راحت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۱

۶۔ اقبال : سر محمد اقبال ڈاکٹر

ولادت سنہ ۱۸۵۷ء وطن سیال کوٹ

صفحہ ضمیمہ جلد ۲

(۴) شب و شاعر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴

(۹۹) ایک پرندے کی فریاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۴۶

۷۔ اکبر : سید اکبر حسین صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۸۴۶ء وطن الہ آباد وفات سنہ ۱۹۲۱ء مدفن الہ آباد

(۹) ولولۂ عشق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۱

(۴۲) عبرت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۸

(۴۷) نزع ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۶

(۵۲) انجام غم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۷۱

(۱۰۶) ختم بہار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۸

۸۔ اکبر میرٹھی :

(۶۱) اسیر کا پیام ماں کے نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۸۹

۹۔ امجد : سید احمد حسین صاحب

ولادت سنہ ۱۳۰۴ء وطن حیدرآباد دکن

(۷۳) فرار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۹

ضمیمہ جلد ۲

صفحہ

(۹۴) پی ۱۴۱

۱۰- امیر : منشی امیر احمد صاحب مرحوم
ولادت سنہ ۱۳۰۴ء وطن لکھنؤ وفات سنہ ۱۳۱۸ء مدفن حیدرآباد دکن

(۱۷) دل کی بیکلی ۱۸

(۲۶) اختلاط ۳۰

(۴۱) محفل برہم ۵۶

(۸۵) فسانۂ دل ۱۳۱

(۹۵) بلبل ۱۴۱

۱۱- انجم : نور محمد صاحب

(۴۸) دمِ واپسیں ۶۶

(۸۸) روزِ عید ۱۳۳

۱۲- اوج : محمد یعقوب صاحب
ولادت سنہ ۱۸۸۳ء وطن گیا (بہار)

(۷۷) گورِ غریباں ۱۱۸

۱۳- بینظیر : سید محمد بینظیر شاہ صاحب وارثی

صفحہ ضمیمہ جلد ۱

ولادت سنہ ۱۸۶۳ء وطن کڑا مانک پور ضلع الہ آباد

(۳۹) بے ثباتیِ دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۲

۱۴۔ توفیق : سید جلال الدین صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۲۸۱ھ وطن حیدرآباد دکن وفات سنہ ۱۳۳۹ھ مدفن حیدرآباد دکن

(۲۰) دردِ فراق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۰

۱۵۔ حالی : خواجہ الطاف حسین صاحب مرحوم

ولادت سنہ ۱۸۳۷ء وطن پانی پت وفات سنہ ۱۹۱۴ء مدفن پانی پت

(۶) حالی اور اس کی شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶
(۸) کارنامۂ عشق ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰
(۲۹) باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲
(۳۲) نشاطِ امید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۵
(۳۳) امید کا سہارا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۹
(۳۷) دنیا کی محبت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۴۹
(۳۸) بے ثباتی دنیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵۰

ضمیمہ جلد۴ صفحہ

۱۶۔ حسرت : مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شروانی صدر یار جنگ بہادر

وطن حبیب گنج ضلع علی گڑھ

(۷۶) مقبرہ نورجہاں - - - - - - - - - - - - - - ۱۱۵

۱۷۔ حفیظ :

وطن جونپور

(۵) اعزاز شاعری - - - - - - - - - - - - - - ۵

۱۸۔ چکبست : منشی برج نراین صاحب

ولادت سنہ ۱۸۸۲ء وطن لکھنؤ

(۵۶) صبر - - - - - - - - - - - - - - - - ۸۱

۱۹۔ خاتون : مرحومہ صاحبزادی نواب مزمل اللہ خاں بہادر رئیس علی گڑھ

وطن بھیکم پور ضلع علی گڑھ وفات سنہ ۱۹۲۰ء

(۱۰۱) ماتم بلبل - - - - - - - - - - - - - ۱۵۰

صفحہ ۹ ضمیمہ جلد ۴

۲۰- خان احمد حسین خاں صاحب

(۲۱) فرقت کی رات - - - - - - - - - - - ۲۱

۲۱- دل : خواجہ دل محمد صاحب

وطن لاہور

(۷۴) ملکہ نورجہاں کا مزار - - - - - - - - - - - ۱۱۰

۲۲- ذہین : سید غلام مصطفےٰ صاحب

وطن حیدرآباد

(۸۴) ثنا - - - - - - - - - - - ۱۳۰

۲۳- رواں : منشی جگت موہن لال صاحب

(۹۳) پپیہے - - - - - - - - - - - ۱۴۰

۲۴- ریاض : منشی ریاض احمد صاحب

ولادت سنہ ۱۸۶۳ء وطن خیرآباد

(۵۰۱) مرثیہ فرزند - - - - - - - - - - - ۶۹

۲۵- سحر : منشی دیبی پرشاد صاحب

ولادت سنہ ۱۸۴۰ء وطن بدایوں

ضمیمہ جلد ۲ — صفحہ

(۲۹) یادِ یار ---------- (۱۹)

۲۶- سرور جہان آبادی: منشی درگا سہائے صاحب آنجہانی

ولادت سنہ ۱۸۷۳ء وطن ضلع پیلی بھیت وفات سنہ ۱۹۱۰ء

(۵۱) دلِ بیقرار سوجا ---------- ۱۶
(۴۰) یادِ ویرانہ ---------- ۵۳
(۵۴) کلیجہ کا داغ ---------- ۷۵
(۱۰۴) موسم سرما کا آخری گلاب ---------- ۱۵۵

۲۷- سجاد: سید سجاد علی صاحب

(۵۵) آغاز و انجام ---------- ۷۸
(۶۵) تسکینِ قلب ---------- ۹۹

۲۸- شاد بجواڑیہ: منشی بالک رام صاحب

(۴۵) مثالِ زندگی ---------- ۶۳

۲۹- شاکر: منشی پیارے لال صاحب

وطن میرٹھ

(۴۶) موت کی گھڑی ---------- ۶۴

صفحہ ضمیمہ جلد ۲

(۱۰۸) سحرِ موسیقی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶۰

۳۰ - شبلی : علامہ شبلی نعمانی مرحوم

وطن اعظم گڑھ

(۶۶) نوحۂ برادر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۱

۳۱ - شوق قدوائی - مولوی احمد علی صاحب قدوائی

ولادت سنہ ۱۸۵۳ء وطن ضلع بارہ بنکی

(۱۰۲) کلی کی بیکلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۲
(۱۰۳) پھول کی فریاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۵۳

۳۲ - صادق : صادق علی خاں صاحب

(۳) شاعر کا دل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳

۳۳ - طالب بنارسی : منشی دیبی پرشاد صاحب

وطن بنارس

(۴۴) آنی جانی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۶۱

۳۴ - عالی : محمد اسمعیل خاں صاحب

وطن خورجہ ضلع بلند شہر

(۲۹) باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲

ضمیمہ جلد ۲ صفحہ

(۸۶) دیوانہ فرزانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۱

۳۵- عزیز لکھنوی : مرزا محمد ہادی صاحب

ولادت سنہ ۱۸۸۲ء وطن لکھنؤ

(۱۲) دل بے قرار کیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳
(۶۲) یتیم اور گور پدر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۱
(۷۱) بچہ کی قبر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۶
(۷۹) قبرستان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۳

۳۶- عزیز الرحمن صاحب بلگرامی

(۸۳) فنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۸

۳۷- عزیزہ خاتون : صاحبزادی نواب حاجی موسیٰ خاں صاحب رئیس علی گڑھ

وطن علی گڑھ

(۶۹) درد دل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰۵

۳۸- علی گوہر صاحب

(۹۹) وداع بلبل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳

صفحہ ضمیمہ
جلد ۲

۳۹- کیفی :

(۲) نیچر کا شاعر - - - - - - - - - - - - ۲

۴۰- محروم : منشی تلوک چند صاحب

ولادت ۱۸۸۵ء وطن عیسیٰ خیل (پنجاب)

(۱۳) دل سے دو دو باتیں - - - - - - - - - - - - - ۱۴
(۱۴) دل بے قرار سو جا - - - - - - - - - - - - ۱۶
(۲۳) شب غم - - - - - - - - - - - - - - - - ۲۷
(۲۵) ابتدائے الفت - - - - - - - - - - - - ۲۹
(۴۳) موت - - - - - - - - - - - - - - - ۵۸
(۵۲) کسی لڑکے کا مدرسہ میں انتظار - - - - - - - - ۷۲
(۵۸) ماں کو نزع میں بچی کا دھیان - - - - - - - - ۸۲
(۵۹) معصوم بچی ماں کی میت پر - - - - - - - - - - ۸۳
(۶۴) سوز دل - - - - - - - - - - - - - - - ۹۷
(۶۷) نوحہ وفات نادر شاعر - - - - - - - - - - ۱۰۳
(۷۰) گریہ - - - - - - - - - - - - - - - ۱۰۵

ضمیمہ
جلد۲

صفحہ

(۷۵) ملکۂ نورجہاں کا مزار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱۳

(۹۸) بلبل کی فریاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۵

(۱۰۰) چڑیا کی زاری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۸

(۱۰۹) بانسری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۲

۴۱۔ محسن کاکوری : مولوی محمد محسن صاحب مرحوم

ولادت ۱۲۴۲ھ وطن کاکوری وفات ۱۹۰۵ء مدفن مین پوری

(۷) سراپائے عشق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸

(۱۱) وحشت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲

۴۲۔ محشر : مرزا کاظم حسین صاحب لکھنوی

(۱۸) ضبطِ عشق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸

۴۳۔ محمدی بیگم صاحبہ مرحومہ اڈیٹر تہذیب نسواں

(۶۰) بن ماں کی بچی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۸۵

(۸۹) ایک یتیم کی عید ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۴

۴۴۔ مرزا ہادی رسوا : پروفیسر مرزا محمد ہادی صاحب لکھنوی

(۹۱) غریب طالب علم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷

صفحہ

(۹۷) بلبل اسیر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۳ ضمیمہ جلد ۲

۴۵۔ منظور : قاضی عبداللہ خاں صاحب

(۱۰۵) دور بہار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۶

۴۶۔ نادر کاکوروی : نادر علی خاں صاحب مرحوم

وطن کاکوری

(۲۲) رات کے بیچین گھنٹے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۲

(۶۳) مرحومہ کی یاد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۹۶

۴۷۔ ناشاد : سید نذیر حسین صاحب

(۱۰۷) سیل زمانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۹

۴۸۔ ناظر :

(۱۰) جوش جنوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۱

۴۹۔ ناظر : چودہری خوشی محمد صاحب

ولادت ۱۸۶۲ء وطن گجرانوالہ

(۳۶) جوگی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۴۴

۵۰۔ نثار احمد صاحب

ضمیمہ جلد۲ صفحہ

(۸۰) شہر خموشاں ۱۴۴

۵۱۔ نجم گیلانی: سید نجم الہدیٰ صاحب

وطن گیلان (بہار)

(۸۱) جام شہادت ۱۲۶

۵۲۔ نظر: منشی نوبت رائے صاحب

(۵۱) جنازۂ پسر ۷۰

۵۳۔ نظم طباطبائی: نواب حیدر یار جنگ سید علی حیدر صاحب

وطن لکھنؤ

(۷۸) گور غریباں ۱۱۸

۵۴۔ نیاز:

(۲۴) نامرادی ۲۹

۵۵۔ نیرنگ: سید غلام بھیک صاحب

وطن انبالہ

(۳۱) مقصود الفت ۳۴

(۳۵) راحت یاس ۴۲

صفحہ
(۶۸) نوحۂ دوست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۴ ضمیمہ جلد ۲

۵۶- ہادی: سید محمد ہادی صاحب
ولادت ۱۸۸۵ء وطن مچھلی شہر

(۱۶) آفت دل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۶

۵۷- ؟

(۲۸) شکوۂ ناز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۱

(۳۰) پھول اور پیام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۳۲

(۶۲) مزار دوست ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۰۸

سلسلۂ دعوتِ صدق

اسرارِ حق

مؤلفہ

محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) حیدرآباد دکن

آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، ارشادات صدیقین و اکابر دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان سب کا نہایت جامع اور مربوط انتخاب اور اُن کے مقابل یورپ کے جدید سائنس و فلسفہ کی انتہائی تحقیقات کا لُبِّ لباب۔ خود بخود اسلام کی صداقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس و فلسفہ کا اقرار نارسائی اور احساس ایمان بالغیب۔ اسلام میں علم باطن توحید اور اس کے مقامات، احادیث کی رفعت اور عبدیت کی نزاکت، نبوت اور ولایت کے مراتب کشف و کرامات کی ماہیت اور دیگر معارف متعلقہ۔ ایک ہی نظر میں اسلام کی روحانی تعلیم کا عجب نظام دل نشین ہوتا ہے اور کچھ اندازہ ہوتا ہے کہ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝

جن علوم کو اللہ جل شانہ صدق اور جن کے عالموں کو صادقین و صدیقین سے ہی تعبیر فرماتا ہے اور جو اسلامی ادب میں بالعموم تصوف اور صوفی کہلاتے ہیں ان کی تحقیق اور تصدیق میں بعض لحاظ سے یہ اپنے طرز کی پہلی کتاب ہے قابل دید حجم تقریباً ۔۰۰ ۵ صفحہ جلد پاکیزہ قیمت صرف تین روپیہ (۳ ر) علاوہ محصول۔

K. P. SABHA AMBPHALA JAMMU
LIBRARY
No ....
Date ....

معاشیات

(۱) علم المعیشت اکنامکس (Economics) پر اُردو میں یہ سب سے پہلی نہایت مستند اور جامع کتاب ہے مشکل سے مشکل معاشی اُصول و مسائل کو ایسے سلیس اور دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ سے نہ صرف مضامین بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں بلکہ خاصی تفریح حاصل ہوتی ہے۔ خوبی مضامین کی بدولت ہندوستان کے ہر حصہ میں یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے لطف یہ کہ یونیورسیٹیوں میں اکنامکس کے متعلق بیسیوں ضخیم انگریزی کتابوں کو چھوڑ کر اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال (جو خود بھی معاشیات کے بڑے عالم ہیں) تحریر فرماتے ہیں کہ "آپ کی کتاب علم المعیشت اُردو زبان پر ایک احسان عظیم ہے۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اکنامکس پر اُردو میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔ اور ہر لحاظ سے مکمل"۔ ضخامت تقریباً ... صفحہ خوشنما جلد بسلسلہ مطبوعات انجمن ترقی اُردو دوسرا ایڈیشن بنظر ثانی شائع ہوا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صہ ر

(۲) معیشت الہند۔ ہندوستان کے گوناگوں معاشی حالات جن کا جاننا ملک کی

اصلاح و ترقی کے واسطے ازحد ضروری ہے۔ کافی تحقیق اور تنقید کے بعد بہت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ یہ بھی اردو زبان میں اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے۔ علم المعیشت میں معاشیات کے جو اصول و مسائل بیان ہوئے ہیں اس کتاب کے ذریعہ سے ان کا ہندوستان میں عمل درآمد دکھایا گیا ہے۔ یہ دونوں کتابیں جامعہ عثمانیہ کی بی اے کلاس کے نصاب میں داخل ہیں۔ ضخامت تخمیناً ۹۰۰ صفحہ خوشنما جلد۔ منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہو رہی ہے۔

(۳) **مالیات**۔ پبلک فنانس (Public finance) پر اردو زبان میں یہی سب سے پہلی مستند اور جامع کتاب ہے۔ مہذب اور ترقی یافتہ سلطنتوں کے ہاں آمدنی کے کیا کیا ذرائع اور خرچ کی کیا کیا مدیں ہیں اور محاصل و مصارف کا انتظام کس نہج پر قائم ہے۔ سلطنتوں کی مالی ترقی اور مرفہ الحالی کے کیا اسباب ہیں اور اُن کا کیوں کر عمل درآمد ہوتا ہے۔ یہ تمام دقیق اور اہم مباحث نہایت سلیس اور دلچسپ طرز پر علمی پیرایہ میں پیش کیے گئے ہیں۔ ہندوستان کے قومی رہبروں اور ودیسیوں کو اس کتاب کا مطالعہ بہت مفید بلکہ ازحد ضروری ہے۔ ضخامت تخمیناً ۱۰۰۰ صفحہ خوشنما جلد (زیر تالیف)

(۴) **مقدمات المعاشیات**۔ مورلینڈ صاحب کی انگریزی کتاب انٹروڈکشن ٹو اکنامکس (Introduction to Economics) کا سلیس

اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں معاشیات کے ابتدائی اُصول و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۵۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۵) **معاشیات ہند** مسٹر پرمتھ ناتھ بنرجی کی انگریزی کتاب انڈین اکنامکس (Indian Economics) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر ہندوستان کے معاشی حالات بیان کیے گئے ہیں یہ کتاب جامعہ عثمانیہ کی ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے ضخامت تقریباً ۴۰۰ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

(۶) **برطانوی حکومت ہند** اندرسن صاحب کی انگریزی کتاب برٹش اڈمنسٹریشن ان انڈیا (British Administration in India) کا سلیس اور بامحاورہ اُردو ترجمہ جس میں مختصر طور پر حکومت ہند کا طریق بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی جامعہ عثمانیہ میں ایف اے کلاس کے نصاب میں داخل ہے۔ ضخامت تقریباً ۶۰۵ صفحہ مجلد منجانب جامعہ عثمانیہ شائع ہوئی ہے۔

ملنے کا پتہ:- محمد مقتدیٰ خاں شروانی علیگڑھ

SELECTED URDU POEMS SERIES

This is, perhaps, the first attempt in Urdu alone, to edit a comprehensive anthology on the advanced system of the comparative study of cognate poems. The Collection already includes more than twelve hundred poems selected from the works of nearly two hundred poets—old and new—bearing upon a large variety of important and interesting subjects and arranged according to the affinity of their subject-matter. The Series thus offers, in a convenient form what may be called the cream of Urdu Poetry, while by the special arrangement of the pieces selected it provides ample scope for the growth and development of critical instinct which is the soul of higher literary education. It is hoped that the Series will satisfy not only the long felt want of a popular anthology for the Urdu reading public, but will also meet the demand for systematic Urdu Poetry-Books in Schools and Colleges all over the country.

The Series was started in 1919 when the first three Volumes of the Ma'arif, Manazir, and Jazbat were published, and received such an active support, far and near, that it rapidly extended to no less than twelve Volumes within the next four years. A Revised and Enlarged edition of these Volumes has been pubished in

their final cast in 1924, and it is possible that some additional Volumes may still follow in the future.

The Series is divided into three Sets, and covers twelve volumes as follows :—

Set I.

Maarif-e-Millat (Problems of Community)

Volume I ... Collection of poems in praise of God and the Prophet and others imbued with the spirit of religious devotion : A Prayer Book.

Volume II ... Collection of poems depicting the past, present and future of Islam and the Musalmans. The tragedy of Karbala, as told here, is extremely impressive.

Volume III... Collection of poems dealing with the various phases and prospects of Nationalism in India.

Volume IV... Collection of poems dealing with the various problems of Ethics and Morals.

Set II

Jazbat-e-Fitrat (Natural Feelings and Emotions).

Volume I ... Selections from the works of the two old and premier poets Mir and Sauda.

Volume II ... Selections from the works of the eminent poet, Mirza Ghalib, his noteworthy contemporaries, Zauq and Zafar and his true follower Hasrat Mauhani.

Volume III... Selections from the works of some thirty old notable poets.

Volume IV... Selections from the works of some sixty modern popular poets.

Set III

MANAZIR-E-QUDRAT (The Scenes and Sights of Nature).

Volume I ... Collection of poems reflecting the various manifestations of Time, such as Dawn, Sunrise, Sunshine, Sunset, Night, Moonlight, Rainy-season, Winter, Summer and Spiring.

Volume II ... Collection of poems reflecting the scenes and sights of Space, Such as Earth and Sky, Plains and Mountains, Rivers and Forests, Fields and Gardens, Cities and famous Buildings.

Volume III ... Collection of poems describing the objects of Nature, such as Fruits and Flowers, Worms and Insects, Bees and Butterflies, favourite Birds and Quadrupeds.

Volume IV ... Collection of poems describing the various important and interesting phases of Indian life, such as popular Customs and Ceremonies, Functions and Festivals, Games and Sports, Fashions and Etiquettes, and various shades of Domestic life. Also the ancient mode of Warfare.

It will be seen that the Series, in its variety and scope, is really a panorama of Indian life and culture, depicting genuine feelings and emotions, discussing communal problems, as well as social and moral notions, describing every day life and its relation to the objects and events of Nature. This will enable the reader to survey the extent and gauge the depth of Urdu Poetry.

MOHAMED ELYAS BURNY,
OSMANIA UNIVERSITY, HYDERABAD (DECCAN).

December, 1924.

Professor Elyas Burny's Other Urdu Works

1. **Ilmul-Maeeshat**—On Principles of Economics—over 800 pp.

2. **Maeeshat-ul-Hind**—On Indian Economics—about 800 pp. (in press)

3. **Malyat**—On Public Finance—about 500 pp. (under preparation)

4. **Mukaddamat-ul-Maashiyat**—Translation Moreland's Introduction to Economics.

5. **Hindustani Maashiyat**—Translation of Banerjee's Indian Economics.

6. **Bartanvi Hukoomat-i-Hind**— Translation of Anderson's British Administration in India.

7. **Asrar-e-Haq**—On Spiritualism in Islam—400 pp.

Jazbat-e-Fitrat

VOL IV

Selected Urdu Poems Series

Jazbat-e-Fitrat

Edited by

MOHAMED ELYAS BURNY
M. A., LL. B. (ALIG.)
Osmania University
Hyderabad (Deccan)

VOL. IV

3rd Edition ALL RIGHTS RESERVED Price Re 1

[illegible]

K.P. SABHA AMIRA KADAL
LIBRARY
No. ....
Date ....
JAMMU

7559

Selected Urdu Poems Series

Jazbat-e-Fitrat

EDITED BY

ELYAS BURNY

VOL. IV

3rd EDITION

PRICE Re. 1